قاسمِ ولایت

سیدنا علی کرم اللہ وجہہ

تالیف:

استاذ العلماء حضرت علامہ مفتی غلام رسول نقشبندی جماعتی رحمۃ اللہ علیہ
خلیفہ مجاز علی پور شریف نارووال

حسبِ ارشاد

پیرِ طریقت حضرت پیر سید صابر حسین شاہ گیلانی

ناشر: دار العلوم قادریہ جیلانیہ والتھم سٹو (لندن)

تالیف:

استاذ العلماء حضرت علامہ مفتی غلام رسول نقشبندی جماعتی رحمۃ اللہ علیہ
خلیفہ مجاز علی پور شریف ناروال

حسبِ ارشاد

پیرِ طریقت حضرت پیر سیّد صابر حسین شاہ گیلانی

ناشر:
دار العلوم قادریہ جیلانیہ والتھم سٹو (لندن)

نام کتاب : قاسم ولایت (سیدنا علی کرم اللہ وجہہ)
نام مصنف : استاذ العلماء، حضرت علامہ مفتی غلام رسول نقشبندی جماعتی رحمۃ اللہ علیہ
بار اول : 1100
صفحات : 176
سن اشاعت : 2014ء
قیمت : 350/-
ناشر : دار العلوم قادریہ جیلانیہ والتھم سٹو (لندن)

ملنے کے پتے

زاویہ پبلشرز، دربار مارکیٹ، لاہور 0423-7248657

اور پاکستان بھر کے مکتبوں سے حاصل کریں۔

برطانیہ میں کتاب ملنے کا پتہ

Ishtiaq Ali Qadri
15 A William Street
Leyton London E10 6BD

Darul-uloom Qadria Jelania
Walthom Stow London

فہرست

تاثرات

از قلم: پیر طریقت، رہبرِ شریعت عالی جناب صاجزادہ پیر سید صابر حسین شاہ صاحب گیلانی دامت برکاتہم العالیہ ایم اے فاضل فارسی ایم او ایل

قبلہ مفتی غلام رسول صاحب جماعتی نے زیر نظر کتاب کا نام ''قاسم ولایت'' رکھا ہے اور پوری کتاب مناقب مولیٰ علی حیدر کرار کرم اللہ وجہہ سے بھری پڑی ہے پھر مجھے ارشاد فرمایا کہ میں مسودے کا مطالعہ کر کے اپنے تاثرات تحریر کروں۔ میں کہاں میری کیا حیثیت کہ میں مفتی اسلام مفتی غلام رسول صاحب جماعتی کی تحریر پر اپنے کچھ تاثرات لکھ سکوں۔ مگر حکم کی تعمیل بھی ضروری تھی۔

ہم یہ تصور کیے بیٹھے تھے کہ اموی اور عباسی حکومتوں کے زوال کے بعد بغض اہلِ بیت کی آگ میں جلنے والوں کی تعداد میں کمی آئی ہوگی کیونکہ اہلِ سنت سے تعلق رکھنے والے اولیاء اللہ، صوفیاء اور علمائے حق حُبِ اہلِ بیت، ادب صحابہ اور محبت اولیاء میں سرشار تھے، ہیں اور رہیں گے۔ مگر کچھ لوگ اہلِ سنت والجماعت کا لبادہ اوڑھے خارجیوں اور ناصبیوں کے عقائد و نظریات پھیلانے کی سعیٔ لاحاصل میں سرگرم عمل ہیں۔ مگر عوامِ اہلِ سنت اِن بہروپیوں سے پوری طرح آگاہ ہیں اور وہ اِن جُبہ دستار اور اوڑھنیوں کے جال میں نہیں آئیں گے۔ یہ سنی نما خارجی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیارے صحابہ سے اپنی عقیدت مندی اور محبت کی آڑ میں بغضِ اہلِ بیتِ رسول کا پرچار کر رہے ہیں اور یزیدیت سے اپنا ناطہ جوڑ رہے ہیں۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے فرمان کے مطابق کہ ہم صحابہ مومن اور منافق میں امتیاز کرنے کے لیے مولیٰ علی کا نام پکارتے تھے تو ہم چہروں پر جو

اثرات ابھرتے تھے اُس سے منافق اور مومن کی پہچان کر لیتے تھے۔

آج بھی یہ عمل صحابہ کبار کی کسوٹی کے طور پر آزمائیں تو پتہ چل جائے گا۔آج بھی یہ سنی نما خارجی اپنے جلسوں اور محفلوں میں نعرۂ علی سے بدک جاتے ہیں اور مختلف تاویلیں کر کے نعرۂ حیدری کو روکنے کی کوشش کرتے ہیں۔اس بغض وعناد کی ایک مثال پیشِ خدمت ہے کہ ہزاروں کی تعداد میں صحابہ کبار کی موجودگی میں غدیر خم کے مقام پر نبی کریم ﷺ نے حضور مولائے کائنات کا ہاتھ اپنے دستِ مبارک میں تھام کر بلند فرما کر فرمایا کہ جس کا میں مولا علی اس کا مولا۔اے اللہ جو علی کو دوست رکھے تو اس کو دوست رکھ جو علی سے عداوت رکھے تو اس سے عداوت رکھ۔اس حدیث پاک کی روایت کرنے والے درجنوں صحابہ کرام اور تابعین ہیں اس کے باوجود چونکہ یہ حدیث مولا علی کی شان میں وارد ہوئی ہے اس لیے یہی اور اسی قماش کے سنی نما خارجی اپنے تعصب اور بغض کی وجہ سے اِس حدیث کو ماننے میں متردد ہیں۔حالانکہ یہ اعلانِ نبی ہے اور اعلانِ ولایتِ علی ہے۔جو قاسم الولایت تھے، ہیں اور قیامت تک رہیں گے۔جس کا اطلاق قیامت تک جملہ اہلِ ایمان پر یکساں ہوتا رہے گا۔اس اعلانِ ولایت علی علیہ السلام کا جو منکر ہے وہ فرمانِ نبی ﷺ کا منکر ہے اور حضور نبی کریم ﷺ کی دعا کے مطابق وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ عداوت کی دعوت دیتا ہے۔علمائے حق اس بات پر تو متفق ہیں کہ جس چیز کی نسبت اور تعلق نبی پاک صاحبِ لولاک ﷺ سے ہو جائے وہ چیز اپنی نوع میں دوسروں سے افضل و اعلیٰ ہو جاتی ہے۔ چنانچہ مدینہ پاک اگرچہ ایک شہر ہی ہے مگر حضور ﷺ کی نسبت کی وجہ سے شہروں میں ممتاز ہو گیا۔حضور ﷺ کی اونٹنی اور حضور ﷺ کا یعفور آپ ﷺ کی نسبت کی وجہ سے اپنے ہم جنسوں میں اونچا مقام پا گئے۔اصحاب رسول ﷺ کا فضیلتیں اور عظمتیں پانا حضور ﷺ کی نسبت اور نگاہِ کرم کا نتیجہ ہے۔اسی طرح اہلِ بیتِ رسول کو حضور ﷺ کی نسبت اور قرابت

داری سے اعلیٰ وارفع مقام مل گیا۔

صرف یہ نسبت ہی نہیں بلکہ حضور ﷺ جس کو سب مومنوں کا مولا فرمائیں حضور ﷺ جس کو دنیا و آخرت میں اپنا بھائی فرمائیں۔جس کے بارے میں حضور فرمائیں کہ علی کے چہرے کو دیکھنا عبادت ہے،حضور فرمائیں کہ علی کا ذکر کرنا عبادت ہے۔جس کو حضور مخاطب فرما کر فرمائیں، تیرا گوشت میرا گوشت،ترا خون میرا خون،اور پھر فرمائیں کہ علی اور میرا وجود شجرِ واحدہ سے ہے۔غزوہ خیبر کے موقعہ پر فرمائیں کہ کل میں جھنڈا اُس کے ہاتھ میں دوں گا جو اللہ اور اللہ کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اللہ کا رسول اُس سے محبت کرتے ہیں۔اس فرمان کا مصداق بھی تمام کبار صحابہ رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں حضور مولائے کائنات ہی ٹھہرے۔پھر اُن کی رفعتوں اور بلندیوں کی کوئی حد نہیں ہوسکتی۔لیکن اہلِ بیتِ رسول ﷺ کی پہچان اور اُن کے ساتھ کماحقہٗ محبت و مؤدت عشقِ مصطفیٰ کے بغیر ناممکن ہے۔یہ نعمت بھی فضلِ الٰہی کے بغیر میسر نہیں آتی۔ علم وعقل جب تک عشقِ رسول کے نور سے منور نہ ہوں وہ علم وعقل عالم کے لیے بعض اوقات پردہ بن جاتے ہیں۔پھر وہ گمراہیوں کے اندھیروں میں بھٹکتا پھرتا ہے۔اس لیے کہ ایسا عالم رموزِ الٰہیہ اور فرامین رسول ﷺ کو اپنی عقل و دانش کے معیار پر پرکھنا شروع کر دیتا ہے جو گمراہی کے سوا کچھ نہیں۔اعلاناتِ مصطفیٰ ﷺ کو اپنی محدود، بیمار اور خارجیت و ناصبیت میں لتھڑی ہوئی عقل کی کسوٹی پر پرکھنا شروع کر دیتا ہے جو کھلی جہالت و ضلالت ہے۔یہی وجہ ہے کہ پڑھا لکھا جاہل اَن پڑھ جاہل سے کہیں زیادہ خطرناک اور مہلک ہوتا ہے۔اس لیے کہ اَن پڑھ جاہل صرف اپنی ذات کے لیے نقصان دہ ہوتا ہے جبکہ پڑھا لکھا جاہل بہت سے لوگوں کو لے ڈوبتا ہے۔ہمارے ملک پاکستان سے آئے ہوئے کئی پڑھے لکھے جاہل خارجیت اور ناصبیت کے

جراثیموں سے لتھڑے ہوئے ہیں اور اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ ''ہمچوں ما دیگرے نیست'' اور وہ یہ خارجیت اور ناصبیت کے جراثیم متعدی بیماری کی طرح مسلمان معاشرے میں پھیلا رہے ہیں اور پھر اس قبیح فعل پر ایک دوسرے پر داد و تحسین کی غلاظت سے بھرے ڈونگرے نچھاور کر رہے ہیں۔ جبکہ قبلہ مفتی غلام رسول صاحب جماعتی ایک بڑے ماہر نباض حکیم کی طرح اِس خارجیت اور ناصبیت کی متعدی بیماری کے زہر کو جو اہلِ سنت کے نام نہاد علماء و صوفیاء پھیلا رہے ہیں کی روک تھام کے لیے عشقِ مصطفی اور ادب اہلِ بیت کے تریاق میں گوندھ کر اپنے علم و عرفان اور تحقیق کے نشتر اٹھائے ہوئے میدان میں ہیں۔ حُبِ اہلِ بیت، ادب صحابہ اور محبت اولیاء سے متصادم ہر وبائی بیماری کا قلع قمع کرنے کے لیے ہمہ وقت مستعد ہوتے ہیں۔ زیرِ نظر کتاب بھی کچھ خارجی ذہن رکھنے والوں کی سوچی سمجھی سکیم کے تحت تحریر کردہ ایک کتاب کے جھوٹ کے جواب میں لکھی گئی ہے۔ اور مفتی صاحب نے بڑے عالمانہ اور محققانہ انداز میں اُس کتاب کے مولف اور خود ساختہ پیر پر کچھ سوال وارد کیے ہیں۔ جن کا جواب دینا اُن کے لیے یقیناً مشکل ہوگا۔ اگر جواب دینے کی کوشش بھی کی گئی تو اُن کو بڑے پاپڑ بیلنے پڑیں گے۔ اُن کے لیے یہی بہتر ہوگا کہ بغض اہلِ بیتِ رسول سے تائب ہو جائیں اور دامن مولا مشکل کشا اور قاسم الولایت سے وابستہ ہو جائیں۔ اللہ اور اُس کے پیارے محبوب کی خوشنودی حاصل کر کے آخرت کا سامان تیار کریں۔

باغِ جنت کے ہیں بہر مدح خوانِ اہلِ بیت
تم کو مژدہ نار کا اے دشمنانِ اہلِ بیت
اہلِ بیت پاک سے گستاخیاں بے باکیاں
لعنت اللہ علیکم دشمنانِ اہلِ بیت

....

اسلام کے دامن میں بس اِس کے سوا کیا ہے
اک ضرب یداللّٰہی اک سجدۂ شبیری

....

بغض علی سے باز آ اے وقت کے یزید
حُبِّ علی کو دخل ہے تیری نجات میں

....

من کُنتُ مولا کہہ دیا پیارے رسول نے
پھر دو جہاں کے ہو گئے مولا علی علی
مشکل کٹھن ہو کہ میدانِ کارزار
ہر موقعہ پر ہر اک کا ہے نعرہ علی علی
خیبر کا در بھی کچھ نہیں مرحب بھی کچھ نہیں
سکّہ جما ہوا ہے تمہارا علی علی
آلامِ روزگار سے جب دِق ہوا تو پھر
صابر نے مشکلوں میں پکارا علی علی

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ قبلہ مفتی غلام رسول صاحب جماعتی کے وجود کو جو علم و عرفان، معرفتِ الٰہی، عشقِ رسول اور محبِ اہلِ بیتِ رسول کا حسین گلدستہ ہے۔ قائم و دائم اور صدا بہار رکھے۔ آمین

راقم الحروف

سید صابر حسین شاہ گیلانی

ایم اے، فاضل فارسی

مقدمہ

علامہ پیر سید عبد الجبار گردیزی چشتی گولڑوی

محترم قارئین! حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جس قدر فضائل ومناقب سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بیان فرمائے اس قدر کسی اور کے حق میں نہیں آئے۔ امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

> "امام احمد بن حنبل امام اسماعیل قاضی امام نسائی اور امام ابو علی نیشاپوری نے ارشاد فرمایا جس کثرت سے عمدہ سندوں کے ساتھ مولا علی کرم اللہ وجہہ کی شان میں احادیث مبارکہ آئی ہیں وہ کسی اور صحابی کی شان میں نہیں آئیں۔"
>
> لم یرد فی حق احد من الصحابة بالاسانید الجیاد اکثر ما جاء فی علی۔ (فتح الباری ج ۷ صفحہ ۴۳۴)

بالاسانید الجیاد کے لفظ کے ساتھ ائمہ محدثین نے وضاحت فرمادی کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے فضائل میں آنے والی اکثر احادیث لائق استناد وحجت ہیں۔ موضوع یا ضعیف نہیں ہیں۔ کم از کم درجہ حسن تک ضرور ہیں اور اکثر بعض کی تضعیف کی بھی گئی ہے تو محدثین نے صراحت فرمائی ہے کہ فضائل ومناقب میں ضعاف بھی معتبر ہیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے فضائل اتنے زیادہ کیوں بیان کیے گئے؟ محدثین نے اس سوال کے جوابات مختلف انداز میں دیئے ہیں۔ ایک وجہ جو تمام جوابات میں مشترک ہے وہ امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں:

"پھر بنو اُمیہ کے خطیبوں نے زیادتی شروع کی اور منبروں پر حضرت علی رضی اللہ عنہ پر لعنت کرنے کو رواج دیا، خارجیوں نے بھی اُن کا ساتھ دیا بلکہ اُن سے بھی آگے نکل گئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کافر تک کہہ دیا بلکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بھی تکفیر کر ڈالی، اس وقت حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے لوگ تین گروہوں میں بٹ گئے، پہلا گروہ اہل سنت کا، دوسرا خارجیوں کا، تیسرا حضرت علی کے خلاف لڑنے والے بنو اُمَیّہ اور ان کے حامیوں کا، اہل سنت نے اس وقت آپ کے فضائل و مناقب کو بھرپور طریقے سے بیان کیا کیونکہ وقت کی ضرورت تھی اس وجہ سے آپ کے فضائل زیادہ بیان ہوئے۔" (فتح الباری شرح بخاری جلد ۷ مناقب سیدنا علی رضی اللہ عنہ)

بنو اُمیہ کی اکثریت حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی دشمن تھی اور وہ لوگ آپ کی ہر ممکن طریقے سے شان گھٹانے اور فضائل و مناقب کو چھپانے کی کوشش کرتے تھے۔ امام اہلسنت، کشتۂ عشق رسالت اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان قادری بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے صاف لفظوں میں اس حقیقت کو بیان فرمایا آپ کے ایک ایک لفظ سے عشق حیدر کرار رضی اللہ عنہ کے جو جذبات ظاہر ہو رہے ہیں ملاحظہ فرمایئے اور ایمان کو تازہ کیجئے۔ تحریر فرماتے ہیں:

"علی الخصوص شمع شبستان ولایت بہارِ چمنستان معرفت خاتم خلافت نبوت، فاتح سلاسل طریقت طاہر مطہر قاسم کوثر، امام الواصلین سید العارفین مولی المسلمین امیر المومنین ابو الائمۃ الطاہرین مطلوب کل طالب اسد اللہ الغالب مظہر العجائب والغرائب سیدنا و مولانا علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ، اس جناب گردوں قباب کے محامد جلیلہ و مناقب جمیلہ

جس کثرت وشہرت کے ساتھ ہیں کسی دوسرے کے لیے وارد نہیں۔ امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ما جاء لاحد من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم من الفضائل ما جاء لعلی بن ابی طالب۔

ترجمہ: اصحابِ رسول میں سے کسی کے لیے اس قدر فضائل وارد نہ ہوئے جس قدر علی بن ابی طالب کے۔

زرقانی شرح مواہب میں فرماتے ہیں:

"علماء نے فرمایا ظاہراً سبب اس کثرت و اشتہار کا یہ کہ بنی اُمیہ اس جناب کی تنقیص شان کرتے تھے تو جس محدث کے پاس مناقب مرتضوی میں سے کچھ تھا اُسے مشتہر کرتا اور وہ لوگ جس قدر اُن کے مناقب بجھانا چاہتے اور محدثین کو ان کی تحدیث پر ڈراتے اسی قدر فضائل والا زیادہ انتشار وشہرت پاتے۔"

(مطلع القمرین صفحہ ۵۶ مطبوعہ مکتبہ بہارِ شریعت لاہور طبع ۲۰۱۰ئ)

اعلیٰ حضرت نے اس مختصر عبارت میں درج ذیل چیزیں بیان فرمائی ہیں:

☆ سیدنا علی کے فضائل سب سے زیادہ بیان ہوئے ہیں۔
☆ بنو اُمیہ کے لوگ آپ کی شان گھٹانے کی کوشش کرتے تھے۔
☆ آپ کے فضائل و مناقب کو چھپاتے تھے تاکہ لوگوں کو آپ کے مقام و مرتبے کی خبر نہ ہو سکے۔
☆ محدثین کو بھی ڈراتے دھمکاتے تھے تاکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل اُمت

تک نہ پہنچ سکیں۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فرمان حقائق کشا بھی ہے اور حقائق پر مبنی بھی ہے، اہل حق اگر چہ اپنی جان کی پرواہ کیے بغیر حق بیان کرتے رہے ہیں تاہم رخصت پر عمل کرتے ہوئے بعض محدثین نے حکومتی دباؤ کو قبول بھی کر لیا تھا، ایسا بھی ہوا کہ حدیث کی سند بیان کرتے ہوئے بعض اوقات لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نام بھی نہیں لیتے تھے کیونکہ آپ کے ذکر سے فتنہ وفساد کا خطرہ ہوتا تھا اور انہیں جان کا بھی خوف ہوتا تھا۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ شرح نخبۃ الفکر میں حدیث مرسل کی بحث میں لکھتے ہیں:

کان قد یحذف اسم علی رضی اللہ عنہ بالخصوص ایضاً لخوف الفتنۃ۔ (شرح نخبہ صفحہ ۱۱۱)

ترجمہ: یعنی فتنہ وفساد کے ڈر کی وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نام کو چھپا دیا جاتا تھا۔

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ جب حدیث شریف بیان کرتے تو جس حدیث کے راوی سیدنا علی رضی اللہ عنہ ہوتے حسن بصری اس کو بیان کرتے وقت آپ کا نام نہیں لیتے تھے، جب کسی راز دان نے پوچھا کہ وجہ کیا ہے؟ جواب میں فرمایا کہ حجاج بن یوسف کی حکومت ہے ان حالات میں اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نام لوں تو میری گردن اڑا دی جائے گی۔ (تدریب الراوی، امام سیوطی)

بلکہ ایک وقت ایسا بھی آیا کہ کسی گھر میں پیدا ہونے والے بچے کا نام "علی" رکھا جاتا تو اسے بھی حکومت قتل کروا دیتی تھی۔ امام جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں:

کانت بنو اُمیۃ اذا سمعوا بمولود اسمہ علی قتلوہ۔

(تدریب الراوی، صفحہ ۵۴۸)

ترجمہ: بنو اُمیہ کو جب خبر ملتی کہ کسی بچے کا نام علی رکھا گیا ہے تو اسے قتل کروا دیتے۔

لہٰذا اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فرمان بالکل بجا ہے کہ بنو اُمیہ آپ رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب کو چھپانے کی کوشش کرتے اور محدثین کو اُن کے بیان کرنے پر ڈرایا کرتے تھے۔

یہ تمام حالات نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نگاہِ مبارک میں تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی نشاندہی فرما دی تھی مسند ابو یعلی موصلی، مستدرک حاکم اور مجمع الزوائد میں حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

کان ابغض الاحیاء الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بنو اُمیہ وبنو ثقیف وبنو حنیفہ۔

ترجمہ: تین قبیلوں بنو اُمیہ، ثقیف اور بنو حنیفہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سب سے زیادہ نفرت تھی۔

(مستدرک جلد ۵، صفحہ ۳۹۰، مسند ابو یعلی جلد ۵، صفحہ ۴۴۴، مجمع الزوائد جلد ۱۰، صفحہ ۶۴)

امام حاکم نے اس حدیث کو صحیح فرمایا اور امام نورالدین ہیثمی متوفی ۸۰۷ھ نے اس حدیث کے بارے میں لکھا ہے اس حدیث کے راوی صحیح کے راوی ہیں سوائے عبداللہ بن مطرف کے اور عبداللہ بھی ثقہ راوی ہے۔

بالآخر اُموی حکومت کی سرپرستی اور حکم سے امام عالی مقام سیدنا امام حسین علیہ السلام اور دیگر خاندان نبوت کی شہادت کا واقعہ رونما ہوا، تپتے صحرا میں خاندان نبوت کے افراد کو شہید کرا دیا گیا اور ان کے خیمے جلائے گئے، نیزوں پر سروں کو اٹھا کر جشن فتح منایا گیا، عوام کے دلوں سے اہلِ بیت کی محبت نکالنے کے لیے طرح طرح کے ہتھکنڈے استعمال کیے گئے۔ ابن کثیر کی روایت کے مطابق ہر سال ۱۰ محرم کو خوشیاں

منائی جاتی تھیں، کھانے تقسیم کیے جاتے اور جشن کا سماں ہوتا تھا۔

(ابن کثیر جلد ۸، واقعات ۶۱ ہجری)

حضرت سیدنا پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں:

"بنی اُمیہ کا خاندان تو ختم ہو گیا لیکن ان کے سکہ کی تاثیر اور تصرف اب تک بھی بعض دلوں پر اثر انداز ہے تاریخ دانوں پر مخفی نہیں کہ بنی اُمیہ کے بادشاہوں کا برتاؤ حضرات اہلبیت سے بہت ہی برا رہا اور وہ ہمیشہ اہلبیت کی اہانت میں کوشاں رہے اس کے باوجود انہیں مجالس و معارضات میں ہاشمی فصاحت و بلاغت سے ہمیشہ ذلت اور رسوائی نصیب ہوتی رہی۔"

(ملفوظات مہریہ، ملفوظ نمبر ۱۶۲ صفحہ ۱۲۱)

جناب سیدنا علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے فضائل میں سے ایک اہم اور بڑی فضیلت آپ کا سب سے پہلے اسلام لانا اور بارگاہِ مصطفوی سے سب سے زیادہ علم و معرفت کی خیرات لینا ہے۔ دعوتِ اسلام کے بعد سب سے پہلے آپ کو قبول اسلام کی سعادت حاصل ہوئی، اگرچہ اس سلسلے میں آنے والی روایات کے بارے میں مختلف آراء ہیں تاکہ فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روشنی میں اُمت کے افراد میں سے آپ نے سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت پر لبیک فرمایا۔

حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کے مقابلے میں کسی بھی شخصیت کے قول کو پیش نہیں کیا جا سکتا۔ ہم آپ کے سامنے وہ حدیث مبارک پیش کر رہے ہیں جس میں خود حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے واضح فرمادیا کہ حضرت علی سب صحابہ سے پہلے اسلام لائے اور سب سے بڑے عالم ہیں۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

اما ترضين انی زوجتك اقدم امتی سلسا و اکثرهم علینا و اعظمهم حلیفا۔

(مسند احمد جلد ۵ صفحہ ۲۶ حدیث نمبر ۲۰۵۷۳، المعجم الکبیر جلد ا صفحہ ۵۱)

ترجمہ: ''اے فاطمہ! کیا تو اس بات پر خوش نہیں ہے کہ میں نے تیرا نکاح اس شخص سے کیا جو میری اُمت میں سے سب سے پہلے اسلام لانے والا ہے علم کے لحاظ سے سب سے زیادہ ہے اور سب سے بڑھ کر حوصلے وحلم والا ہے۔''

اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک نے بتا دیا کہ حضرت علی سب سے پہلے مومن اور صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے سب سے بڑے عالم ہیں۔ایک اور حدیث پاک ملاحظہ فرمائیے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کے بارے میں فرمایا کہ آپ سب سے پہلے اسلام لانے والے ہیں۔

عن سلمان رضی الله عنه. قال قال رسول الله ﷺ اولکم وردًا علی الحوض اولکم اسلامًا علی ابن ابی طالب۔ (مستدرک جلد ۳ صفحہ ۱۳۶)

ترجمہ: حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم میں سے سب سے پہلے حوض کوثر پر آنے والا، سب سے پہلے اسلام لانے والا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہے۔

یہ مرفوع حدیث ہے جبکہ یہی روایت حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے امام نور الدین ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ نے مجمع الزوائد جلد ۹ صفحہ ۱۲۴ میں امام طبرانی نے معجم الکبیر جلد ۷ صفحہ ۳۲۵ میں موقوفاً بھی روایت کی ہے اور امام ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

حضرت مولائے کائنات سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے خود اپنی اس فضیلت کو یوں بیان فرمایا:

سبقتکم اِلی الاسلام طراً

صغیراً ما بلغت اَوانَ حلمی

ترجمہ: میں نے تم سب سے پہلے اسلام کی سعادت حاصل کی جبکہ میں چھوٹا بچہ تھا ابھی بالغ بھی نہیں ہوا تھا۔

(البدایہ والنہایہ جلد ۵ صفحہ ۴۸۴، الصواعق المحرقہ صفحہ ۱۳۳)

اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مطلع القمرین صفحہ ۱۱ پر اس شعر کو نقل فرمایا جس میں مولا علی رضی اللہ عنہ خود فرما رہے ہیں کہ میں سب سے پہلے اسلام لایا۔ حضرت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

مسلم اوّل شہہ مرداں علی

عشق را سرمایۂ ایمان علی

ترجمہ: پہلا مسلمان شاہ مرداں علی ہے عشق کے ایمان کا سرمایہ علی ہے۔

(اسرار و رموز صفحہ ۴۸)

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایسے ہی فرامین کی روشنی میں معرفت حاصل ہونے کی بناء پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی نظروں میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا جو مقام و مرتبہ تھا وہ کسی اور کا نہ تھا۔ سوا لاکھ صحابہ رضی اللہ عنہم کے مجمع عام میں حضور نبی کریم علیہ السلام نے حضرت علی

مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا ہاتھ مبارک بلند کر کے فرمایا: جس کا میں مولا ہوں اس کا علی مولا ہے، اس فرمان کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو مبارک باد پیش کی۔ بالخصوص حضرت سیدنا ابوبکر صدیق وحضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہما نے سب سے پہلے ہدیہ تبرک پیش فرمایا۔

امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: دو بدّو جھگڑا کرتے ہوئے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آئے آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ آپ ان کے درمیان فیصلہ فرمائیں، ان دونوں میں سے ایک شخص نے (بدتمیزی کے ساتھ) حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ یہ شخص ہمارے درمیان کیا فیصلہ کرے گا؟ اس بات پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ جلال میں آگئے بدّو کے گریبان کو پکڑ کر کھینچا اور فرمایا:

ویحك ما تدری من هٰذا هذا مولاك و مولی کل مومن و من لم یکن مولاه فلیس بمومن۔

ترجمہ: اے بدو تیرا برا ہو تجھے کیا معلوم یہ شخصیت کون ہے، یہ تیرے بھی مولا ہیں اور ہر مومن کے مولا ہیں جس کے یہ (علی) مولا نہیں وہ تو مومن نہیں۔ (الصواعق المحرقہ صفحہ ۱۷۹)

اسی کتاب میں ہے حضرت فاروق اعظم نے فرمایا:

لایتم شرف الا بولایة علی ابن ابی طالب۔

یعنی: علی مرتضیٰ کی ولایت کو مانے بغیر کسی قسم کی کامل فضیلت وشرف کا حصول ممکن ہی نہیں ہے۔ (الصواعق المحرقہ صفحہ ۱۷۸)

قبلہ عالم گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان

حضرت قبلہ پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی قدس سرہ العزیز بیان فرماتے ہیں: جب

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اُن کے فرزند نے سوال کیا کہ تقسیم میں میرا حصہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے مساوی کیوں نہیں رکھا گیا تب انہوں نے جواب میں فرمایا کہ حسن رضی اللہ عنہ کے باپ جیسا باپ اور حسن کی ماں جیسی ماں اور حسن کے نانا جیسا نانا پیدا کرتا کہ حصہ میں تو اس کے ساتھ مساوی (برابر) ہو۔ (ملفوظات صفحہ ۱۱۱)

امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ ایک اور مقام پر تحریر فرماتے ہیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ و علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے چھ دن بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مبارک کی زیارت کے لیے آئے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے رسول کے خلیفہ آپ آگے تشریف لے جائیں، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت علی المرتضیٰ کے آگے جانے سے انکار کرتے ہوئے فرمایا میں اُس شخص سے آگے نہیں بڑھ سکتا جس کے بارے میں میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ علی کا میرے نزدیک وہ مقام ہے جو میرا مقام میرے رب کے نزدیک ہے، اصل الفاظ یہ ہیں:

ما كنت لا تقدم رجلاً سمعت رسول الله ﷺ يقول فيه علی منی كمنزلتی من ربی۔

(الصواعق المحرقہ صفحہ ۱۷۷)

یہ بات حقیقت ہے کہ عزت والا ہی عزت والے کے رتبہ و مقام کو جانتا ہے۔

عسکری حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے، اتنے میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی آ گئے، سلام کہنے کے بعد ادھر اُدھر دیکھنے لگے کہ بیٹھنے کے لیے کوئی جگہ نظر آئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف دیکھنے لگے کہ کون علی رضی اللہ عنہ کے لیے جگہ بناتا ہے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اپنی جگہ سے ہٹ گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بیٹھنے کے لیے جگہ خالی کر

دی، حضرت علی رضی اللہ عنہ فوراً بیٹھ گئے، یہ منظر دیکھ کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چہرۂ مبارک پر خوشی کے آثار نظر آنے لگے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اے ابوبکر! فضیلت والے کی فضیلت کو فضیلت والا ہی جانتا ہے۔" (الصواعق المحرقہ صفحہ ۱۷۷)

انہی روایات کو پیش نظر رکھتے ہوئے حضرت پیر سید نصیر الدین نصیر گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

عائشہؓ سے پوچھ جا کر رتبۂ اُم الحسنؓ
پوچھ صدیقؓ و عمرؓ سے لافتی الا کی شان

پہلے مصرعہ میں یہ بیان فرمایا کہ سیدہ عائشہ سلام اللہ علیہا کا عقیدہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد تمام لوگوں سے افضل حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ہستی ہے۔

حضرت امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں کہ حضرت ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

ما رایت افضل من فاطمة غیر ابیها۔

ترجمہ: "میں نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے افضل ان کے ابا جان کے علاوہ کسی شخص کو نہیں دیکھا۔" (المعجم الاوسط جلد ۳ صفحہ ۱۳۷)

خیال رہے کہ اس نظریے میں اماں عائشہ رضی اللہ عنہا منفرد نہیں بہت سارے اہل علم بالخصوص صوفیاء کا نظریہ یہی ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سب سے افضل ہیں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمان مبارک فاطمة بضعة منی۔ فاطمہ میرا جزو بدن ہے، سے ائمہ اہلسنت نے سیدہ زہراء کی افضلیت پر استدلال کیا ہے۔ حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ "تفسیر مظہری" میں لکھتے ہیں: یہ حدیث تقاضا کرتی ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا تمام مردوں اور عورتوں سے افضل ہوں جیسا کہ امام مالک فرماتے ہیں:

لا نعدل ببضعۃ رسول اللہ ﷺ احدًا۔

ترجمہ: ہم رسول اللہ ﷺ کے جسم اقدس کے حصے کے برابر کسی کو نہیں سمجھتے۔ (تفسیر مظہری جلد ۲ صفحہ ۵۲)

شارح مسلم شیخ الحدیث علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں:

''امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تمام صحابہ رضی اللہ عنہم میں مطلقاً سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا افضل ہیں کیونکہ وہ رسول اللہ ﷺ کا جزو ہیں، وہ کہتے ہیں کہ ہم کسی کو رسول اللہ ﷺ کے جزو کے مساوی قرار نہیں دیتے، علامہ آلوسی کا بھی یہی مختار ہے۔''

(نعمۃ الباری شرح صحیح بخاری جلد اول صفحہ ۱۲۵)

یہاں ایک مشہور اعتراض ہے کہ اس طرح تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی دیگر بہنوں کی بھی افضلیت ثابت ہوتی ہے کیونکہ وہ بھی حضور ﷺ کے بدن مبارک کا حصہ ہیں، اس کے جواب میں عرض ہے کہ بے شک دیگر صاحبزادیاں بھی حضور پاک ﷺ کی اولاد ہیں مگر جس طرح حضور ﷺ نے خصوصیت کے ساتھ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اپنے بدن کا حصہ فرمایا اس طرح کے الفاظ اور کسی کے لیے آپ نے استعمال نہیں فرمائے، ایک آدمی اپنی سب اولاد میں سے کسی ایک کو اپنی آنکھ کا تارا کہے تو یہ کسی خصوصیت اور خاص خوبی کی بناء پر ہوتا ہے چونکہ بضعۃ منی کے الفاظ صرف سیدہ زہراء کے لیے حضور ﷺ کی زبان مبارک سے نکلے لہٰذا یہ سیدہ کی خصوصیت ہے اور اس خصوصیت کی بڑی وجہ یہی ہے کہ سیدہ زہراء سے حضور پاک ﷺ کی نسل مبارک چلی ہے، نوجوانانِ جنت کی والدہ ماجدہ ہونے کا اعزاز اور سید الاولیاء کی اہلیہ محترمہ ہونے کا اعزاز صرف سیدہ زہراء کو حاصل ہے لیکن آقائے دوجہاں نے آپ کے بارے میں خصوصیت کے ساتھ فرمایا کہ

فاطمہ میرے جسم کا حصہ ہے۔ان خصوصیات کو دیکھ کر حضرت ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس فرمان کی حقیقت بھی سامنے آجاتی ہے کہ میری نظر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد فاطمہ سے افضل کوئی نہیں۔

مرکزِ ولایت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے امام اور سردار ہیں، جملہ انبیاء سابقین کو فیض نبوت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطہ سے ملا ہے، نبوت کے فیضان و پرتو کا نام ولایت ہے اور امام ولایت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی ذاتِ گرامی ہے، آپ اولین وآخرین اولیاء کے سردار و پیشوا ہیں اور اس ولایت کا نام قطبیت کبریٰ یا امامت عظمیٰ باطنیہ ہے۔جن احادیث مبارکہ میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے لیے مولیٰ، ولی، وارث یا ان کے ہم معنیٰ الفاظ استعمال ہوئے ہیں وہاں مراد یہی باطنی ولایت ہے۔ہم سب سے پہلے ایک حدیث مبارک پیش کرتے ہیں پھر اس کے مطابق اہل علم کی تصریحات درج کی جائیں گی۔

حضرت امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مشہور تصنیف ''خصائص امیر المؤمنین علیؓ'' میں ۸۷ نمبر پر حضرت سید الاولیاء علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی فضیلت وخصوصیت میں اس حدیث مبارک کا اندراج فرمایا ہے اور اس کے علاوہ آپ نے السنن الکبریٰ جلد ۷ میں اس حدیث کو درج فرمایا۔امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ مسند جلد ۵ میں اور فضائل صحابہ جلد ۲ صفحہ ۸۵۶ میں امام بزار نے مسند البزار جلد ۱۰ میں یہ حدیث مبارکہ نقل فرمائی، طویل حدیث ہے جس کے آخر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا:

فان علیاً و انا منه و هو ولی کل مومن بعدی۔

ترجمہ: بے شک علی مجھ سے ہے اور میں اُس سے ہوں اور وہ میرے

بعد تمہارا ولی ہے۔

اس حدیث مبارکہ میں ھو ولی کل مومن بعدی کے الفاظ زیادہ قابل توجہ ہیں، حضور ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے واسطے سے ساری اُمت کو آگاہ فرمارہے ہیں کہ علی میرے بعد ہر مومن کا ولی ہے، شیعہ روافض اس حدیث کو دلیل بنا کر حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے لیے خلافت بلافصل ثابت کرتے ہیں اور خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کو غاصب قرار دیتے ہیں۔اُن کے اس استدلال کو رد کرنے کے لیے بعض علماء نے اس روایت کے آخری الفاظ بعدی کا انکار کر دیا اور اس کو زائد اور اضافہ قرار دیا، ابن تیمیہ اور قاضی مبارک پوری نے اس طرح کی بات کی ہے۔حالانکہ یہ کوئی طریقہ نہیں ہے کہ مخالف کے استدلال کا رد کرتے ہوئے صحیح احادیث کا انکار شروع کر دیا جائے اس طرح تو انکار حدیث کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو جائے گا۔شیعہ حضرات اس طرح کی متعدد احادیث سے حضرت علی مرتضیٰ کی خلافت بلافصل کا دعویٰ کر کے خلفائے ثلاثہ کی خلافت کو باطل قرار دیتے ہیں جبکہ بعض نام نہاد سُنی ان کے استدلال سے بوکھلاہٹ کا شکار ہو کر سرے سے احادیث کا ہی انکار کر بیٹھے ہیں حالانکہ یہ دونوں طرزِ عمل انتہائی قابل نفرت و ملامت ہیں، حضور نبی کریم ﷺ کے فرمودات مبارکہ کا صحیح محمل تلاش کرنا چاہیے کیونکہ حضور ﷺ کی زبان حق ترجمان سے جو بات نکلتی ہے وہ حق و حقیقت ہوتی ہے۔علامہ قاری ظہور احمد فیضی "شرح خصائص علی" میں لکھتے ہیں:

> "لفظ بعدی اُڑانا خدمتِ دین نہیں بلکہ اس کا کوئی صحیح محمل بیان کرنا خدمتِ دین ہے، ھو ولی کل مومن بعدی سے اگر خلافت ظاہری ثابت نہیں ہوتی تو آخر اس ارشاد نبوی کی کوئی حقیقت بھی ہے یا نہیں؟"

نبی کریم ﷺ نے نہ اپنی کوئی جائیداد چھوڑی نہ اپنا کوئی دنیوی وارث بنایا اور نہ اپنے اہل بیت میں کسی کو خلیفہ بلا فصل نامزد کیا البتہ دنیوی مناصب کے مقابلہ میں اہل بیت کو اُخروی مناصب اور باطنی نظام کی ولایت پر سرفراز فرمایا۔ چنانچہ باطنی اور روحانی طور پر سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہر مومن کے مولا اور ولی ہیں، حسنین کریمین رضی اللہ عنہما جنت کے جوانوں کے سردار اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا خواتین جنت کی سردار ہیں۔ نبی کریم ﷺ دنیوی اور اُخروی، ظاہری اور باطنی ہر لحاظ سے کامل اور کامل گر تھے آپ کی بدولت مخلوقات کی دنیا اور آخرت منور ہو گئیں مگر آپ نے اپنے اہل بیت کے لیے دنیا سے زیادہ آخرت کو ترجیح دی، چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث میں آیا کہ

انا اهل بيت اختار الله لنا الآخرة على الدنيا۔

ترجمہ: ''ہم اہل بیت ہیں اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے آخرت کو دنیا کے مقابلے میں پسند فرمایا۔''

(سنن ابن ماجہ جلد ۴ صفحہ ۴۱۱، معجم کبیر، مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۷ صفحہ ۵۲۷)

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ خلافت سے دستبردار ہونے کے باوجود سید (سردار) رہے، یہ سیادت کیا تھی؟ یہ روحانی سیادت تھی اور اسی کو خلافت باطنی اور ولایت باطنی کہا جاتا ہے، امام سمہودی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

حضرت ابراہیم صلوٰۃ اللہ علیہ کو اُن کے اہل بیت میں انبیاء کرام علیہم السلام عطا کئے گئے تھے اور ہمارے نبی ﷺ کو خاتم الانبیاء کے اعزاز سے نوازا گیا جس سے سلسلۂ نبوت منقطع ہو گیا تو حضور اکرم ﷺ کو اس کے عوض جو چیز دی گئی وہ آپ کے اہل بیت کرام کی کمال طہارت ہے، اس طہارت کاملہ کی بدولت اہل بیت میں سے ایک بڑی تعداد مرتبۂ وراثت و ولایت پر فائز ہوئی۔ بعض علماء کا مذہب ہے کہ جب امام حسن رضی اللہ عنہ

(خلافت سے دستبردار ہوئے) آپ سے خلافت کا معاملہ اس لیے آگے نہ چل سکا کہ آگے ملوکیت کا دور شروع ہو گیا تھا اور بے شک نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ہم اہل بیت کے لیے اللہ نے دنیا کے بدلے میں آخرت کو پسند فرمایا ہے، پس اہل بیت کو اس کے بدلے میں تصرف باطنی عطا فرمایا ہے، پس ہر زمانے میں قطب الاولیاء اہل بیت نبوت سے ہوتا ہے۔ (رشفۃ الصاوی صفحہ ۱۲۸، جواہر العقدین صفحہ ۲۰۵،۲۰۶)

حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی نے بھی اپنے انداز میں اسی طرح لکھا ہے۔ (تحفہ اثنا عشریہ صفحہ ۳۶۰)

اس لیے ارباب روحانیت کے نزدیک نظام باطنی کے خلیفہ اول سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں اور یہ صرف اربابِ روحانیت کا تخیل نہیں بلکہ اس کی اساس نبی کریم ﷺ کے یہ ارشادات عالیہ ہیں:

- ☆ علی میرے بعد تم سب کا ولی ہے۔
- ☆ علی میرے بعد ہر مومن کا ولی ہے۔
- ☆ میں جس کا ولی ہوں علی اس کا ولی ہے۔
- ☆ میں جس کا مولا ہوں علی اس کا مولا ہے۔

اس سلسلہ میں حضرت شیخ احمد سرہندی المعروف مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"ایک وہ راہ ہے جو قربِ ولایت سے تعلق رکھتی ہے اقطاب، اوتاد، ابدال، نجباء اور عام اولیاء اسی راہ سے واصل ہیں اور سلوک اسی راہ سے عبارت ہے بلکہ متعارف جذبہ بھی اسی میں داخل ہے اور اس راہ میں توسط ثابت ہے اور اس راہ کے واصلین کے پیشوا، ان کے سردار اور منبع فیض حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں کیونکہ

یہ عظیم الشان منصب اُن سے تعلق رکھتا ہے، اس راہ میں گویا رسول اللہ ﷺ کے دونوں مبارک قدم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مبارک سر پر ہیں اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما اس مقام میں اُن کے ساتھ شریک ہیں۔ میں یہ سمجھتا ہوں حضرت امیر (علی رضی اللہ عنہ)، اپنی جسدی پیدائش سے پہلے بھی اس مقام کے ملجا و ماویٰ تھے جیسا کہ آپ جسدی پیدائش کے بعد ہیں اور جسے بھی فیض و ہدایت اس راہ سے پہنچی انہی کے ذریعے پہنچی کیونکہ وہ اس راہ کے آخری نقطہ کے نزدیک ہیں اور اس مقام کا مرکز اُن سے تعلق رکھتا ہے اور جب حضرت امیر (علی رضی اللہ عنہ) کا دور ختم ہوا تو یہ عظیم القدر منصب بالترتیب حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کو سپرد ہوا اور اُن کے بعد یہ منصب ائمہ اثنا عشر میں سے ہر ایک کو ترتیب وار اور تفصیل سے سپرد ہوا، ان بزرگوں کے زمانہ میں اور ان کے انتقال کے بعد جس کسی کو بھی فیض و ہدایت پہنچی ہے اگرچہ وہ اقطاب و نجبائے وقت ہوں سب کے ملجا و ماویٰ یہی بزرگ ہیں کیونکہ اطراف کو اپنے مرکز کے ساتھ الحاق کئے بغیر چارہ نہیں ہے۔" (مکتوبات امام ربانی مکتوب نمبر ۱۲۳ جلد نمبر ۳)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ بھی نقشبندی بزرگ ہیں آپ نے دریائے نبوت کے فیضان کی تقسیم پر یوں گفتگو فرمائی ہے۔

و فاتح اوّل ازیں اُمت مرحومہ حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ است۔

ترجمہ: اس اُمت مرحومہ میں ولایت کا دروازہ کھولنے والے اولین فرد حضرت علی مرتضیٰ ہیں۔(التفہیمات الالٰہیہ جلد ا صفحہ ۱۰۳)

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

''حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اُمت میں پہلا فرد جو ولایت کے باب جذب کا فاتح ٹھہرا اور جس نے اس بلند مقام پر قدم رکھا وہ امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کی ذات بابرکات ہے اسی لیے روحانیت اور ولایت کے طریقوں کے تمام سلاسل آپ ہی کی طرف رجوع کرتے ہیں۔''(لمعات شاہ ولی اللہ محدث دہلوی صفحہ ۶۰)

اسماعیل دہلوی نے بھی اپنی مشہور کتاب ''صراط مستقیم'' میں اسی حقیقت کو تسلیم کیا ہے بلکہ یہ حقیقت اُن کے نزدیک مولا علی رضی اللہ عنہ کی شیخین پر افضلیت کی دلیل ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

''حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے لیے شیخین پر ایک گونہ فضیلت ثابت ہے اور وہ آپ کے فرمانبرداروں کا زیادہ ہونا اور مقاماتِ ولایت بلکہ قطبیت وغوثیت، ابدالیت اور انہی جیسے باقی مقامات آپ کے زمانے سے لے کر دنیا کے اختتام تک آپ ہی کی وساطت سے طے ہوتے ہیں اور بادشاہوں کی بادشاہت اور امیروں کی امارت میں آپ کو وہ دخل ہے جو عالم ملکوت کی سیر کرنے والوں پر مخفی نہیں اہل ولایت کے اکثر سلسلے بھی جناب مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہیں۔''

(صراط مستقیم صفحہ ۶۷، ماخوذ از شرح خصائص علی، علامہ فیضی، صفحہ ۴۵۰ تا ۴۶۰)

آج کل بعض حضرات عمداً امت مسلمہ کو گمراہ کرنے کے لیے لوگوں کو یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ ظاہری باطنی خلافت کی تقسیم آج کی پیدا کردہ ہے اور اسلاف میں سے کوئی اس تقسیم کا قائل نہیں ہے۔ ہم نے گذشتہ صفحات میں جو گذارشات پیش کی ہیں اس کی مزید توضیح کے لیے عالم اسلام کے عظیم محقق، مفسر اور سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے عظیم روحانی پیشوا حضرت سیدی محمود آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق پیش خدمت ہے:

امام آلوسی رحمۃ اللہ علیہ اور باطنی خلافت

آپ زیر تفسیر سورۃ مائدہ، آیات ۵۵ تا ۶۰ لکھتے ہیں:

و کثیرٌ من الصوفیة قدس اللہ اسرارھم یشیر الی القول بخلافته کرم اللہ وجھه بعد الرسول علیه الصلوٰة و السلام بلا فصل الا ان تلك الخلافة عندھم ھی الخلافة الباطنیة التی ھی خلافة الارشاد و التربیة و الامداد الروحانی لا الخلافة الصوریة التی ھی عبارة عن اقامة الحدود الظاھرة و تجھیز الجیوش و الذب عن بیضة الاسلام و محاربة اعدآءہ بالسیف و السنان فان تلك عندھم علی الترتیب الذی وقع کما ھو مذھب اھل السنة و الفرق عندھم بین الخلافتین کالفرق بین القشر و اللب فالخلافة الباطنة لب الخلافة الظاھرة و بھا یذب عن

حقيقة الاسلام و بالظاهرة يذب عن صورته (و
هى مرتبة القطب فى كل عصر و قد تجتمع مع
الخلافة الظاهرة كما اجتمعت فى على عليه
السلام ايام امارته و كما تجتمع فى المهدى ايام
ظهوره و هى و النبوة رضيعاثدى و الى ذالك
الاشارة بما يروونه عنه عليه الصلوٰة و السلام
من قوله خُلِقْتُ و على من نورٍ واحدٍ و كانت هٰذا
الخلافة فيه كرم الله و حبه على الوجه لاتم۔ و
من هنا كانت سلاسل اهل الله عزوجل منتهية
اليه الا ما هو اعز من بيض الانوق فانه تنتهى
الى الصديق رضى الله عنهٗ كسلسلة ساداتنا
النقشبندية نفعنا الله تعالٰى بعلومهم و
اسرارهم و مع هذا ترد عليه كرم الله وجهه
ايضاً و بتقسيم الخلافة الى هٰذا لقسمين جمع
بعض العارفين بين الاحاديث المشعرة او
المصرحة بخلافة الائمه الثلاثة رسول الله صلى
الله عليه و آله وسلم على الترتيب المعلوم و
بين الاحاديث المشعرة او المصرحة بخلافة
الامام كرم الله وجهه بعده عليه الصلوٰة و
السلام بلا فصل فحمل الاحاديث الواردة فى

خلافة الخلفاء الثلاثة على الخلافة الظاهرة و الاحاديث الواردة فى خلافة الامام كرم الله وجهه على الخلافة الباطنة ولم يعطل شيئاً من الاخبار و قال بحقيقة الخلافة الاربعة رضى الله عنهم اجمعين۔

ترجمہ: آیت مبارکہ اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا (بے شک تمہارا ولی، اللہ اور اس کا رسول اور ایمان والے) یہ آیت اکثر محدثین کے نزدیک حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ کے حق میں نازل ہوئی۔ صوفیائے کرام کی کثیر تعداد فرماتی ہے کہ اس آیت میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد خلافت بلافصل کی طرف اشارہ ہے۔ ہاں مگر یہ خلافت باطنیہ ہے جو ارشاد، روحانی مدد، تربیت کی صورت میں ہوتی ہے خلافت ظاہری مراد نہیں جس سے مراد حدود قائم کرنا، لشکر تیار کرنا اسلام کی حفاظت کے لیے کوشش کرنا اور جہاد سیفی و سنانی کے لیے تیار کرنا ہے۔ کیونکہ خلافت ظاہری اس ترتیب پر برحق ہے جو اہل سنت کا مذہب ہے۔ ان دونوں خلافتوں میں فرق ایسا ہے جیسے مغز اور چھلکے میں ہے، خلافت ظاہری کے ذریعے اسلام کے ظاہر کی حفاظت ہوتی ہے اور خلافت باطنی کے ذریعے سے اسلام کے باطنی نظام کی حفاظت کی جاتی ہے، اور یہ مقام ہر زمانے کا قطب الاقطاب کو حاصل ہوتا ہے۔ کبھی خلافت ظاہری و باطنی دونوں کسی

ہستی کے لیے ثابت ہوتی ہے جیسے حضرت علی اپنے زمانے میں
ظاہری اور باطنی دونوں خلافتوں کے وارث تھے اور امام
مہدی علیہ السلام بھی دونوں خلافتوں پر فائز ہوں گے اسی طرح اشارہ
کرتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں اور علی ایک نور سے
پیدا کیے گئے ہیں۔ اور یہ باطنی خلافت حضرت علی رضی اللہ عنہ میں سب
سے بڑھ کر پائی جاتی تھی اسی وجہ سے طریقت کے سلسلے آپ پر ہی
ختم ہوتے ہیں سوائے ہمارے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے، یہ سلسلہ
حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تک پہنچا ہے اس کے باوجود یہ
سلسلہ بھی واپس لوٹ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف ہی آجاتا ہے اس
تقسیم سے احادیث مبارکہ میں تطبیق پیدا ہو جاتی ہے جن احادیث
سے خلفائے ثلاثہ کی خلافت ثابت ہوتی ہے ان سے مراد ظاہری
خلافت ہے اور جس سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلافصل ثابت
ہوتی ہے ان احادیث سے مراد باطنی و روحانی خلافت ہے۔ یوں
حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمودات مبارکہ میں سے کسی کو چھوڑنا نہیں پڑتا،
سب کے معانی میں تطبیق ہو جاتی ہے اور خلفاء اربعہ کی خلافت کی
حقیقت بھی بیان ہو جاتی ہے۔

اب خود انصاف فرمائیے کہ یہ ظاہری باطنی کی تقسیم کتنی پرانی ہے اور اکابر سلف صالحین نے فرمائی ہے۔ علامہ آلوسی نے صاف صاف لفظوں میں لکھ دیا ہے کہ صوفیاء کے ایک بڑے طبقے کے نزدیک اس آیت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت روحانی بلافصل کی طرف اشارہ ہے اور پھر صوفیاء کے اس فرمان کی تائید کے لیے علامہ

آلوسی نے احادیث مبارکہ میں تطبیق کی صورت کا ذکر کر کے تو اس بحث کو چار چاند لگا دیئے ہیں۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اور خلافت باطنیہ

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل قادری بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے زیادہ واضح انداز میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد حضرت مولائے کائنات کی روحانی خلافت کا تذکرہ کیا ہے، عبارت دیکھئے اور اپنے ایمانوں کو تازہ کیجئے۔ اعلیٰ حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ کی شان بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"تکمیل و ارشاد باطنی کا سہرا اسی نوشاہ بزم عرفان کے سر ٹھہرا غوث قطب ابدال اوتاد اسی سرکار کے محتاج اور طالبان وصل الٰہی کو اسی بارگاہ کی جبیں سائی معراج۔

سلامی جس کے در کا ہر ولی ہے
علی ہے، ہاں علی ہے، ہاں علی ہے

اللہ تبارک وتعالیٰ کی نیابت عامہ اور خلافت تامہ حضور سید المرسلین صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلیہم اجمعین کو حاصل...... دنیا و دین میں جو جسے ملتا ہے اُن کی بارگاہ عرش اشتباہ سے ملتا ہے، حضور ارشاد فرماتے ہیں: أعطیت مفاتیح الارض مجھے زمین کی کنجیاں دی گئیں، اور فرماتے ہیں: اوتیت مفاتیح کل شیء، مجھے ہر چیز کی کنجیاں عطا ہوئیں۔

علماء فرماتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خزانۂ راز ہیں اور انہیں کے توسط سے

عالم کے سب کام نفاذ پاتے ہیں۔ جو چاہتے ہیں وہی ہوتا ہے عالم
میں کوئی اُن کے ارادہ ومشیت کا پھیرنے والے نہیں۔ پھر
حضور ﷺ کی بارگاہ میں یہ کارِ خطیر منصبِ جلیل حضرت مولیٰ کرم
اللہ وجہہ کو مرحمت ہوا تمام اقطاب عالم اس جناب کے زیرِ حکم
مدبرات الامر میں سروروں پر سروری افسروں پر افسری جملہ
احکام عزل ونصب وعطاومنع وکن ومکن انہیں کی سرکارِ والا سے
شرفِ امضاء پاتے ہیں یہی وجہ ہے کہ حاجت مندانِ عالم اپنے
مطالب ومقاصد میں ان سے استمداد کرتے اور آستانِ فیض نشان
پر سرِ ارادت دھرتے ہیں یہاں تک کہ عرفِ مسلماناں میں مولیٰ
مشکل کشا اس جناب کا نام ٹھہرا اور نادعلیا مظہر العجائب کا غلغلہ
سمک سے سماک تک پہنچا۔"

(مطلع القمرین صفحہ ۱۰۰ تا ۱۰۲ مطبوعہ مکتبہ بہارِ شریعت)

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اس مضمون میں صاف صاف وضاحت فرمائی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کائنات میں اللہ کے مطلق نائب اور خلیفۂ اعظم ہیں جس کو جو کچھ ملتا ہے آپ کے وسیلے وواسطے سے ملتا ہے اور حضور ﷺ کے خلیفہ ونائب سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ ہیں، حضور ﷺ کی بارگاہ میں آپ کو یہ منصب عطا ہوا اور یہی خلافت باطنیہ ہے جو حضور ﷺ سے بلافصل سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو عطا ہوئی۔

نقشبندیہ اور قادریہ اکابر کے بعد سلسلۂ چشتیہ کے عظیم روحانی پیشوا حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ (متوفیٰ ۸۲۵ھ) کا فرمان بھی ملاحظہ فرمائیے، آپ فرماتے ہیں:

"خلافت کی دو قسمیں ہیں خلافت کبریٰ وخلافتِ صغریٰ۔ خلافتِ

کبریٰ ''باطنی خلافت'' کو کہتے ہیں اور خلافت صغریٰ ''ظاہری خلافت'' کا نام ہے، خلافت کبریٰ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے مخصوص تھی اور اس بات پر اتفاق ہے۔ خلافت صغریٰ کے متعلق اختلاف ہے، سنیوں کا اس پر اتفاق ہے کہ اس (خلافت صغریٰ ظاہری) کے حقدار ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے اور شیعہ رافضی لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس کا حقدار سمجھتے ہیں۔''

(جوامع الکلم، صفحہ ۱۷۳، مطبوعہ لاہور ۲۰۰۶ئ)

حضرت بندہ نواز رحمۃ اللہ علیہ نے اس عبارت میں وضاحت فرمائی ہے کہ باطنی خلافت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پہلے خلیفہ ہیں اور 8 سو سال تک مسلمانوں کا اس پر اتفاق تھا۔ آٹھویں نویں صدی تک تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روحانی باطنی خلافت کا منکر کوئی نہیں تھا اور اس ظاہری باطنی تقسیم کی وجہ سے آج تک کسی نے حضرت بندہ نواز کو رافضی شیعہ نہیں کہا آپ حضرت نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کے جلیل القدر خلیفہ حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے عظیم ترین خلفاء میں سے ہیں اور ہندوستان میں اسلام کی ترویج و اشاعت کے سلسلے میں آپ کی یادگار خدمات ہیں۔ آپ فرما رہے ہیں کہ باطنی خلافت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اول خلیفہ ہیں اور خلافت ظاہری میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پہلے خلیفہ ہیں۔ لہٰذا اس تقسیم کو رافضیانہ کہنا، اکابر کی توہین بھی ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بغض کا ثبوت بھی۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی ولایت باطنی ماننے کا ہرگز یہ مطلب نہ لیا جائے کہ دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کی ولایت کا کوئی منکر ہے، ہمارا ایمان ہے کہ حضور مصطفی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ولایت کے بلند ترین مرتبے پر فائز تھے اور انکو یہ

شرف حضور علیہ السلام کی صحبت ومعیت کی برکت سے نصیب ہوا، یہ ایسا شرف ہے کہ کوئی عمل اس کے برابر نہیں ہے تاہم سلاسل اولیاء کا مرکز ومنتہیٰ حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی ذات ہے۔ اکثر سلسلے آپ کی ذات عالیہ سے وابستہ وفیض یافتہ ہیں جیسا کہ حضرت مفتی احمد یار نعیمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ہو چشتی، قادری یا نقشبندی، سہروردی ہو
ملا سب کو ولایت کا اُنہی کے ہاتھ سے ٹکڑا

فیضان ولایت تقسیم کرنے کے لیے آپ نائب مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں باقی رہا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق عقیدہ تو وہ ہمارے سلف صالحین نے یہاں بیان فرما دیا ہے وہ سب کے سب بارگاہ نبوت کے فیض یافتہ اور تربیت یافتہ ہیں۔ ان کے درمیان جو اختلافات ومشاجرات ہوئے ان میں حکمتیں پوشیدہ ہیں ہمیں کھوج لگانے کا پابند نہیں کیا گیا اس سلسلے میں مرشدِ عالم جگر گوشہ غوث اعظم حضرت سیدنا پیر مہر علی شاہ صاحب قدس سرہٗ کا یہ فرمان ہم سب کو یاد رکھنا چاہیے:

"واجب العصمت تو صرف ملائکہ وانبیاء ہیں نہ صحابہ کرام ان کے باہمی اختلاف کا فیصلہ کرنے کا اختیار ہمیں تو نہیں دیا گیا اور نہ ہی ہم سے سوال ہو گا کہ تم نے فیصلہ کیوں نہیں کیا، نہ ہم اس وقت اور موقع پر حاضر تھے اور نہ ہی ان کے تنازعہ کے درمیان بولنا ہمیں زیب دیتا ہے۔" (ملفوظات مہریہ صفحہ ۱۱۱، ملفوظ نمبر ۱۵۰)

مسئلہ تفضیل

آج کل افضلیت صحابہ کرام واہلبیت علیہم الرضوان کا مسئلہ بھی زیرِ بحث ہے، یہ صرف آج کی بات نہیں ہمیشہ سے اس مسئلہ میں بحث وتمحیص جاری ہے جمہور اہلسنت

کے نزدیک حضرت امیر المؤمنین سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ افضل الصحابہ ہیں اور افضلیت کی ترتیب علی ترتیب الخلافۃ ہے۔ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی تھیں کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سب سے افضل ہیں، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا مذہب تھا کہ حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ سب سے افضل ہیں۔ عظیم صحابی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ ہم اہل مدینہ میں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سب سے افضل سمجھتے تھے یہ مسئلہ ظنی ہے قطعی نہیں۔ ان سب مسائل کی تحقیق اگر دیکھنی ہو تو اس کے لیے فخر السادات شہزادہ غوث الوریٰ مفکر اسلام حضرت پیر سید عبدالقادر جیلانی مدظلہ العالی کی تحقیقی تصنیف ''زبدۃ التحقیق'' کا مطالعہ کیا جائے۔ حضرت قبلہ مفکر اسلام نے اس مسئلہ کے جملہ پہلوؤں پر تحقیق روشنی ڈالی ہے۔

اس سلسلہ میں عرض ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وقتاً فوقتاً اپنے صحابہ اور اہلبیت کی فضیلتیں بیان فرمائی ہیں، سب کی خدمات کو سراہا ہے جس کے فضائل پر نظر ڈالی جائے وہ فضیلتوں کا بحرِ بیکراں نظر آتا ہے یہی وجہ ہے کہ بعض صوفیائے کرام اور علمائے عظام نے احتیاطاً اس مسئلہ میں توقف اختیار فرمایا اور یہ تعلیم ارشاد فرمائی کہ ہم سب کا احترام کرتے ہیں، سب سے محبت کرتے ہیں یہ مسئلہ ایسا ہے جس کے بارے میں قبر میں یا میدان محشر میں سوال بھی نہیں ہوگا لہٰذا خاموشی بہتر ہے، جس کا جو مقام ہے وہ قیامت کے دن ظاہر ہو جائے گا، ذرا سی بے احتیاطی سے آدمی اس مسئلہ میں افراط وتفریط کا شکار ہو سکتا ہے لہٰذا اس میں بحث وگفتگو کرنی ہی نہیں چاہیے۔ مفکرِ اسلام نے اس حوالے سے حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات بھی پیش فرمائی ہیں۔

شیخ محی الدین ابن عربی رضی اللہ عنہ

شیخ اکبر کا فرمان امام شعرانی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

اعلم ان الخلفاء الاربعة لم یتقدموا فی الخلافة الا بحسب اعمارهم فان الاهلية للخلافة موجودة فيهم من جميع الوجوه فكان سبقهم لا يقتضي التفضيل بمجرده۔

ترجمہ: یہ بات جان لو کہ خلفائے اربعہ خلافت میں صرف عمروں کے لحاظ سے آگے ہوئے ہیں خلافت کی قابلیت ان میں سے ہر ایک میں ہر طرح سے موجود تھی ان کا خلافت میں دوسروں پر مقدم ہونا فضیلت کا تقاضا نہیں کرتا۔ (زبدۃ التحقیق صفحہ ۳۴۷)

حضرت پیر سیدنا مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ارشاد فرمایا خلافت مرتضوی کا سب سے آخر میں ہونا موجب تقصیر شان نہیں بلکہ فضیلت ہے، دیکھو کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مرتبہ ظہور میں سب انبیاء سے آخر ہیں۔ (ملفوظات مہریہ صفحہ ۱۱۱)

ملفوظ حضرت بندہ نواز گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ

توقف کے حوالہ سے حضرت بندہ نواز رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۸۲۵ھ) فرماتے ہیں:

ایک مسئلہ جو زیادہ طول پکڑ گیا ہے وہ تفاضل (باہمی فضیلت) صحابہ کا مسئلہ ہے، حقیقت یہ ہے کہ عنداللہ جس صحابی کو جو فضیلت حاصل ہے کسی کو اس کا علم نہیں ہے بس ہر شخص اپنے اپنے دلائل پیش کرتا ہے لیکن دلائل سے یہ مسئلہ حل نہیں ہوتا۔

(شرح جوامع الکلم صفحہ ۱۹۸)

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی فضیلت کے حوالے سے اتنا عرض ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب سے زیادہ آپ کے فضائل بیان فرمائے، قرآن حکیم کی آیات کثیر تعداد میں آپ کی شان میں نازل ہوئیں ان حقائق کے پیش نظر متعدد صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین اور اولیائے عظام رضی اللہ عنہم آپ کی افضلیت کے قائل ہیں۔ عظیم محقق علامہ ابوزہرہ مصری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تحقیقی تصنیف "امام ابوحنیفہ" میں یہ فہرست دی ہے۔ محقق ابوزہرہ مصری مصر کے عظیم مذہبی سکالر اور حضرت ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ کے مشفق مربی اور محسن استاد ہیں آپ کی کتاب کا ترجمہ حضرت علامہ وارث علی نعیمی مدرس جامعہ نعیمیہ لاہور نے فرمایا جو کہ حضرت استاذ العلماء مفتی محمد حسین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ میں سے ہیں اور اس ترجمہ کے آغاز میں کتاب کا انتساب کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"مفتی اعظم پاکستان حضرت مفتی محمد حسین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کی نذر، جن سے شرف نسبت ہی اس عاجز کے لیے عظیم نعمت ہے۔"

اب محقق ابوزہرہ مصری کی تحریر ملاحظہ فرمائیے:

"اس بات کی نشاندہی لازمی ہے کہ صرف شیعہ حضرات ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تمام صحابہ سے افضل نہیں سمجھتے تھے بلکہ بعض صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا بھی یہی مسلک تھا جن کے نام قابل ذکر ہیں، عمار بن یاسر، مقداد بن اسود، ابوذر غفاری، سلمان فارسی، جابر بن عبداللہ انصاری، ابی بن کعب، حذیفہ، بریدہ، ایوب، سہل بن حنیف، عثمان بن حنیف، ابوالہیثم خزیمہ بن ثابت، ابوطفیل عامر بن واثلہ، عباس بن عبدالمطلب رضوان اللہ علیہم اجمعین اور بنو ہاشم سے تعلق رکھنے والے تمام افراد اس میں شامل ہیں۔

شروع میں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بھی اسی کے قائل تھے پھر انہوں
نے اپنی رائے کو تبدیل کرلیا بنوامیہ میں سے کچھ لوگ یہی عقیدہ رکھتے
تھے مثلاً خالد بن سعید بن عاص اور حضرت عمر بن عبدالعزیز بھی ان
میں شامل ہیں۔" (امام اعظم رضی اللہ عنہ صفحہ ۱۸۴، مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)

خاتم المحدثین حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے فتاویٰ میں انتہائی اختصار مگر جامعیت کے ساتھ اس مسئلہ کی وضاحت فرمائی ہے اور چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اسماء مبارکہ بھی ذکر کئے ہیں جو حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو افضل سمجھتے تھے اور باقی صحابہ کرام سے محبت وعقیدت رکھتے تھے۔

"زبدۃ التحقیق" میں حضرت قبلہ پیر سید عبدالقادر جیلانی مدظلہ العالی نے فتاویٰ عزیزی کی فارسی عبارت مع ترجمہ نقل کی ہے ہم وہیں سے شاہ عبدالعزیز صاحب کا فتویٰ نقل کر رہے ہیں جو سوالاً جواباً ہے، ملاحظہ کیجئے:

سوال: تفضیلیہ کو امام بنانا جائز ہے یا نہیں؟ اگر اس کے پیچھے اہل سنت نماز میں اقتدا کریں تو اس بارہ میں کیا حکم ہے؟

جواب: تفضیلیہ کی دو قسم ہے ایک قسم کے وہ لوگ ہیں کہ جو حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو شیخین رضی اللہ عنہما پر فضیلت دیتے ہیں مگر شیخین کی محبت و تعظیم میں نہایت سرگرم ہیں اور شیخین کے مناقب و مدائح بیان کرنے اور شیخین کے طریقہ اور ان کی روش کی اتباع کرنے اور شیخین کے اقوال و افعال پر عمل کرنے میں نہایت مستعد اور راسخ قدم ہیں جیسا کہ اہل سنت کہتے ہیں کہ حضرات شیخین کو حضرت علی رضی اللہ عنہ پر ان امور میں جو اوپر مذکور ہوئے ہیں، فضیلت ہے مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محبت اور پیار میں نہایت سرگرم ہیں اور آپ کے قول و فعل پر عمل کرنے میں نہایت مستعد ہیں، تفضیلیہ کی یہ قسم اہل سنت میں داخل ہے البتہ ان لوگوں نے اس مسئلہ تفضیل میں خطا کی ہے اور اس مسئلہ میں ان لوگوں کا جمہور

اہل سنت کے ساتھ اختلاف ایسا ہی سمجھنا چاہیے جیسا اشعریہ اور ماتریدیہ میں اختلاف ہے۔اس قسم کے تفضیلیہ کی امامت جائز ہے اور اہل سنت کے بھی بعض علماء وصوفیاء اس روش پر ہوئے ہیں۔مثلاً عبدالرزاق محدث اور سلمان فارسی اور حسان بن ثابت اور بعض دیگر صحابہ کا ایسا ہی خیال تھا اور تفضیلیہ کی دوسری قسم کے لوگ وہ ہیں کہ کہتے ہیں کہ ہمارے لیے علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور آنجناب کی اولاد کی محبت کافی ہے اور ایسا ہی ان حضرات کے طریقہ واقوال وافعال کی اتباع کافی ہے اور وہ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ حضرات شیخین و دیگر صحابہ (رضی اللہ عنہم) کو ہم لوگ برا نہیں کہتے۔لیکن ان حضرات سے ہم کو سروکار بھی نہیں نہ محبت نہ عداوت نہ اتباع نہ ترک اتباع نہ ان حضرات کے قول وفعل پر عمل کرنا نہ اس سے اعراض کرنا یعنی ان امور کی جانب کچھ لحاظ نہیں،اس قسم کے تفضیلیہ بلاشبہ بدعتی ہیں۔جو حکم بدعتی کی امامت کا ہے یہی حکم ان لوگوں کی امامت کے بارے میں بھی ہے اور معتبر اہل سنت کوئی اس قسم کا تفضیلی نہیں ہوا ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے اس فتویٰ سے کچھ امور ثابت ہوئے:

۱- جمہور اہلسنت حضرت علی رضی اللہ عنہ پر شیخین کی افضلیت کے قائل ہیں مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مفضول مان کر بھی اُن سے عقیدت ومحبت رکھتے ہیں۔

۲- جمہور کے مقابلے میں بعض صحابہ کرام اور علماء وصوفیاء حضرت علی رضی اللہ عنہ کو افضل سمجھتے ہیں اور شیخین سے محبت کرتے ہیں۔

۳- ان دونوں جماعتوں کا آپس میں اختلاف اشعری ماتریدی اختلاف کی طرح ہے مطلب یہ کہ کوئی بھی ان میں سے باطل پر نہیں،بدعتی نہیں،دونوں اہلسنت ہیں۔

۴- جو شخص تمام صحابہ سے محبت وعقیدت رکھتے ہوئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو افضل سمجھتا ہو وہ بلاشبہ اہلسنت ہے صحابہ واولیاء کی ایک جماعت کا پیروکار ہے۔

۵۔ جو شخص یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو افضل سمجھتا ہوں اور دیگر صحابہ کرام بالخصوص حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کے بارے میں یہ کہے کہ مجھے اُن سے کوئی کام نہیں نہ اُن سے نفرت ہے نہ محبت میرے لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد کی محبت کافی ہے۔ ایسا شخص بدعتی ہے اہلسنت سے خارج ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ اور اہلبیت کی محبت کی آڑ میں وہ صحابہ کرام کو اہمیت نہیں دیتا۔

۶۔ اہلسنت کے معتبر لوگوں میں سے کوئی اس عقیدے کا آدمی نہیں گزرا۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلے کا آسان حل پیش کر دیا ہے، اگر اُن کی اس بات کو تسلیم کر لیا جائے تو بہت سارے اختلافات کا خاتمہ ہو سکتا ہے۔ آپ خاتم المحدثین ہیں اور برصغیر پاک و ہند میں دین اسلام کی خدمت کے حوالے سے آپ کا بڑا حوالہ ہے، آپ سند کی حیثیت رکھتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ آپ کی خدمت میں یوں نذرانہ عقیدت پیش کرتے ہیں:

> ''میں نے اپنے شیخ رضی اللہ عنہ کو سنا وہ فرماتے تھے کہ میں نے سنا کہ ہمارے شیخ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے شاہ عبدالعزیز اسلام کا ستون ہیں، حضرت سید اچھے میاں مارہروی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں شاہ عبدالعزیز کا ظاہر میرے باطن کے مساوی ہے اور اُن کا باطن میرے ظاہر کے مساوی ہے، شاہ عبدالعزیز کے شرف و فضیلت کے لیے اتنا ہی کافی ہے۔'' (مطلع القمرین صفحہ ۲۰۱، مکتبہ بہارِ شریعت لاہور)

حضرت امام حسین علیہ السلام کے پوتے امام زید علیہ السلام ایک عظیم ہستی ہیں، اپنے

زمانے میں آپ قرآن کے سب سے بڑے عالم تھے، امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے آپ کے جہاد کے بارے میں فرمایا کہ زید کا جہاد بدر کے جہاد کے مشابہ ہے، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے حق میں فتویٰ دیا اور جہاد میں مالی مدد بھی کی، اہلبیت کے اس عظیم امام کا عقیدہ بھی یہی تھا کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سب سے افضل تھے، مگر خلفائے ثلاثہ کی خلافتیں اپنے اپنے دور میں برحق تھیں وہ حضور کے وزیر تھے نبی کریم کے وفادار تھے۔ جب ہزاروں کی تعداد میں لوگ آپ کے پاس آئے اور کہا کہ ہم اس شرط پر آپ کا ساتھ دیں گے کہ آپ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے نفرت کا اعلان کر دیں، امام زید نے فرمایا میں ایسا نہیں کرسکتا وہ میرے نانا کے وزیر تھے، اس بات پر وہ لوگ آپ کا ساتھ چھوڑ گئے جس وجہ سے اُس گروہ کا نام رافضی ہوا۔ (ابن کثیر، الصواعق المحرقہ، نور الابصار)

امام ابوالحسن اشعری جو عقیدہ کے امام ہیں اپنی مشہور کتاب ''مقالات الاسلامیین'' میں امام زید بن علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

کان زید بن علی یفضل علی بن ابی طالب علی سائر اصحاب رسول اللہ ﷺ و یتولی ابابکر و عمر۔

ترجمہ: زید بن علی جناب علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو باقی صحابہ رضی اللہ عنہم سے افضل سمجھتے تھے اور جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور جناب عمر رضی اللہ عنہ سے محبت رکھتے تھے۔ (مقالات الاسلامیین، صفحہ ۱۳۷، جلد ۱ بحوالہ زبدۃ التحقیق صفحہ ۳۲۷)

امام زید رضی اللہ عنہ تابعین میں علم عقیدہ کے چوٹی کے امام ہیں جن کا عقیدہ امام اشعری رحمۃ اللہ علیہ نے صاف لفظوں میں بیان فرمادیا۔ ان تصریحات سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو رہی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے دشمنی رکھنے سے کوئی آدمی اہلسنت سے خارج ہوگا اور گمراہ جہنمی ہوگا۔ اگر کوئی شخص صحابہ سے محبت رکھے اور حضرت علی کی

افضلیت کا قول کرے وہ اہلسنت ہے بلکہ اہلسنت کے امام حضرت امام ابوحنیفہ کے پیرو اُستاد کا عقیدہ بھی یہی تھا۔

اہم گذارش

اس مقام پر ایک انتہائی قابل غور امر یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں جیسے ہی کوئی حدیث سامنے آتی ہے بعض لوگ اس کو ضعیف یا من گھڑت ثابت کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتے ہیں اگر ایسا نہ ہو سکے تو کوشش ہوتی ہے کہ اس فضیلت کو کسی اور کے کھاتے میں ڈال دیا جائے تاکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کوئی خصوصیت، خصوصیت نہ رہے۔ مشہور حدیث ہے: ''میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے۔'' ابن تیمیہ اور ابن جوزی نے اس کو موضوع (من گھڑت) قرار دیا۔ دوسری طرف بعض لوگوں نے اس کو مشکوک بنانے کے لیے اس حدیث میں ہی اضافہ کر دیا حالانکہ اہل علم کو ایسا کرنا زیب نہیں دیتا، موضوع حدیث کو بیان کرنا بھی اسی طرح حرام ہے جس طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر جھوٹ باندھتے ہوئے حدیث وضع کرنا، اور اس طرح کی حرکت کرنے والے کے لیے خود حضور علیہ السلام نے جہنم کی خبر سنائی ہے۔ ارشاد فرمایا:

من کذب علی متعمداً فلیتبوأ مقعدہ من النار۔

ترجمہ: جو آدمی جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنائے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کی شان میں بے شمار صحیح احادیث موجود ہیں ان سب کو چھوڑ کر ایک موضوع روایت کو بیان کرنا اور پھیلانا یہ کہاں کی دیانت داری ہے، اس لیے خدا کا خوف کرنا چاہیے اور اس قسم کی حرکتوں سے باز آ کر توبہ و استغفار کرنی چاہیے۔ اگر ایک روایت موضوع ہو اور درجنوں کتابوں میں نقل کر دی جائے، ایسا

کرنے سے وہ صحیح تو نہیں ہو جاتی، یہ کہاں کا اصول ہے کہ اتنی کتابوں میں آنے سے روایت معتبر ہو جاتی ہے۔ اصول کی روشنی میں دیکھنا چاہیے کہ اس روایت کی فنی حیثیت کیا ہے، مدینۃ العلم کا باب ہونا مولا علی رضی اللہ عنہ کی خصوصیت ہے یہ الفاظ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک زبان سے صرف سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے لیے نکلے مگر شام کے ناصبی ماحول نے اس حدیث کو بھی متنازعہ بنادیا۔

شام کے ایک جھوٹے، ناصبی واعظ اسماعیل استر آبادی نے اس میں اضافہ کر دیا اور پھر اس کو شہرت دی گئی، اللہ پاک ہمارے محدثین کو اجر عظیم عطا فرمائے، جنہوں نے اس سازش کو بے نقاب کیا۔

واقعہ کربلا کے بعد یزیدی سازشوں کی وجہ سے اہل شام کی اکثریت ناصبی فتنہ سے متاثر ہو گئی تھی۔ وہاں ہر سال ۱۰ محرم کو امام حسین علیہ السلام کے قتل کی خوشی میں یوم عید کی طرح منایا جاتا تھا، لوگوں کے دلوں میں اہلبیت کا بغض کوٹ کوٹ کر بھر دیا گیا تھا۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ اہل شام ہم سے اس لیے بغض رکھتے ہیں کہ ہم اہلبیت سے محبت کرتے ہیں۔ (مناقب امام ابوحنیفہ کردری صفحہ ۳۱۲)

اور "خصائص علی" لکھنے کی وجہ سے امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ بھی شام کے ناصبیوں کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ (بستان المحدثین، شاہ عبدالعزیز دہلوی)

اسماعیل استر آبادی کے بارے میں امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

اسماعیل بن علی بن المثنیٰ الاستر آبادی الواعظ کتب عنه ابوبکر الخطیب و قال لیس بثقةٍ و قال ابن طاهر مزقوا حدیثه بین یدیه ببیت المقدس کان یقال له کذاب ابن کذاب و کان

يقص و يكذب و لم يكن على وجهه سيماء المتقين۔ يركب المتون الموضوعة على الاسانيد الصحيحة و لم يكن موثقا به فى الرواية۔

(لسان المیزان جلد اول صفحہ ۴۲۲)

ترجمہ: اسماعیل استر آبادی واعظ سے ابو بکر خطیب نے روایت لکھی اور کہا کہ یہ قابل اعتماد آدمی نہیں ابن طاہر نے کہا کہ لوگوں نے بیت المقدس میں اس کے سامنے اس کی حدیث کو پھاڑ ڈالا تھا اس کو کذاب ابن کذاب کہا جاتا تھا (یعنی بہت بڑا جھوٹا) یہ قصے کہانیاں بیان کرتا تھا اور جھوٹ بولتا تھا اس کے چہرے پر تقویٰ کی کوئی نشانی نہ تھی اور (اس کی بڑی خرابی یہ تھی کہ) صحیح سندوں والی احادیث میں متن کے اندر جھوٹ کی ملاوٹ کرتا تھا اور روایت حدیث میں قابل اعتماد آدمی نہیں تھا۔

اس راوی کا اب کارنامہ ملاحظہ کیجئے، امام عسقلانی لکھتے ہیں:

كان اسماعيل يعظ بدمشق فقام اليه رجل فساله عن حديث مدينة العلم و على بابها فقال هٰذا مختصر و انّما هو انا مدينة العلم و ابوبكر اساسها و عمر حيطانها و عثمان سقفها و على بابها قال فسالوه ان يخرج لهم اسناده فوعدهم به۔

(لسان المیزان جلد اول صفحہ ۴۲۲)

اسماعیل دمشق میں وعظ کر رہا تھا، وعظ کے دوران ایک شخص نے کھڑے ہو

کر انا مدینة العلم و علی بابھا کی حدیث کے بارے میں سوال کیا۔
اسماعیل نے جواب دیا یہ حدیث مختصر ہے اصل میں اس طرح ہے:"میں علم کا شہر ہوں ابوبکر رضی اللہ عنہ اس کی بنیاد ہیں اور عمر رضی اللہ عنہ اس کی دیواریں ہیں اور عثمان رضی اللہ عنہ اس کی چھت ہیں اور علی رضی اللہ عنہ اس کا دروازہ ہیں تو لوگوں نے پوچھا کہ اس کی سند نکال کے دکھا دو اس نے وعدہ کر دیا کہ دکھاؤں گا۔

امام ابن عساکر نے تاریخ دمشق جلد ۹ صفحہ ۱۵ پر بھی تفصیل سے یہ ذکر کیا ہے، اسماعیل استرآبادی ۴۴۸ھ میں فوت ہوا، شام کے ماحول میں اس روایت کو بہت شہرت ملی جس کی وجہ سے بعض لوگوں نے اپنی کتابوں میں اس کو نقل کر دیا اور غور و فکر سے کام نہیں لیا۔ اس سے واضح ہو گیا کہ اُس کذاب واعظ نے یہ الفاظ حدیث میں شامل کیے۔ امام سخاوی نے مقاصد الحسنۃ میں لکھا ہے کہ اس قسم کے تمام الفاظ رکیک ہیں صرف ابن عباس رضی اللہ عنہما والی روایت درست اور حسن ہے کہ "میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے۔"

اللہ کا شکر ہے کہ اس واعظ کو حدیث باب العلم کی سند یاد نہ تھی ورنہ وہ ضرور اس سند میں یہ الفاظ ملا کر بیان کر دیتا۔

لہٰذا اس تفصیل کے بعد اہل علم سے گذارش ہے کہ اس قسم کی موضوع روایات بیان کرنے سے اجتناب کریں اور ایسے عناصر کی حوصلہ شکنی کریں۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام، اہلبیت عظام علیہم الرضوان کی فضیلت میں مستند روایات بیان کی جائیں۔

اللہ پاک سے دعا ہے کہ بطفیل محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مذہب اہلسنت پر ہمارا خاتمہ فرمائے تا دم آخر ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبتوں کا ادب نصیب فرمائے۔ آمین۔

سید عبدالجبار گردیزی سوہاوی چشتی گولڑوی

حُب اہل بیت اور اس کے تقاضے

سید محمد زین العابدین راشدی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ و نصلی و نسلم
علی رسولہ الکریم و علیٰ اٰلہٖ و صحبہٖ و بارک
وسلم۔

اور جتنے ہیں شہزادے اُس شاہ کے
اُن سب اہلِ مکانت پہ لاکھوں سلام

(رضا رحمۃ اللہ علیہ)

اللہ سبحانہ وتعالیٰ قرآن حکیم میں فرماتا ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِیْنًا ﴿۵۷﴾ (الاحزاب:۵۷)

ترجمہ: بے شک جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو ان پر اللہ کی لعنت ہے، دنیا اور آخرت میں اور اللہ نے ان کے لیے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

جنہوں نے حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کو نماز و مسجد میں شہید، حلیم و کریم امام سیدنا حسن المجتبیٰ کو بار بار زہر دینے و دلوانے والے، شریف النفس ناطق قرآن سیدنا امام حسین اور ان کے بچوں سیدنا علی اکبر سیدنا اصغر سیدنا قاسم مع دیگر (رضی اللہ عنہم) کو تپتی صحرا

میں بھوکے پیاسے شہید کیا، پردے دار سیدزادیوں کو قید کیا، سیدنا امام زین العابدین علیل تھے اس کے باوجود اسیر بنا دیا، صحرا کا طویل سفر اونٹ پر طے کروایا یہ اذیت نہیں؟ سیدنا ابومحمد عبداللہ شاہ غازی رضی اللہ عنہ (متوفی ۱۵۱ھ کلفٹن والے بابا) کا شجرہ نسب یوں ہے:
سیدنا ابومحمد عبداللہ الاشتر بن سید محمد ذوالنفس ذکیہ بن سید عبداللہ المحض بن سید حسن مثنیٰ بن سیدنا امام حسن المجتبیٰ رضی اللہ عنہم۔ سیدنا حسن مثنیٰ کربلا کے معرکہ حق و باطل میں شدید زخمی ہوئے تھے، ان کے صاحبزادے سیدنا عبداللہ المحض کو عباسی گورنمنٹ نے انتہائی تشدد کے بعد شہید کیا، سیدنا محمد ذوالنفس ذکیہ مدینہ منورہ میں اور ان کے بھائی حضرت سیدنا ابراہیم کو بصرہ میں عباسی گورنمنٹ نے شہید کیا اور سیدنا عبداللہ شاہ کی تلاش میں جاسوس بھیجے گئے بالآخر معلوم ہوا کہ آپ عرب سے نقل کر گئے ہیں اور سندھ میں تبلیغ رشد و ہدایت میں مصروف ہیں۔ بغداد دارالخلافہ ہے، عباسی گورنمنٹ نے آپ کی گرفتاری کے وارنٹ جاری کیے، سندھ کے گورنر ہشام بن عمرو نے لشکرکشی کی آپ ان سے لڑتے ہوئے شہید ہوئے اور کراچی کی پہاڑی پر مدفون ہوئے۔ سیدنا زید بن امام زین العابدین کو بھی حکومت نے شہید کر دیا، سیدنا زید اور سیدنا محمد نفس زکیہ کی حمایت و نصرت کے جرم میں امام اعظم ابوحنیفہ کو قید کیا گیا، کوڑے برسائے گئے اور آخر میں زہر دے کر شہید کیا گیا۔ بنو امیہ اور بنو عباس کے حکمرانوں نے ائمہ اہل بیت اور سادات کرام پر جو ظلم و ستم کے پہاڑ گرائے ان کو لکھا جائے تو ایک دفتر بن جائے۔ جن درندوں نے اپنے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد اطہار کو ستایا اور طرح طرح کی اذیتیں پہنچائیں وہ مومن مخلص کیسے ہو سکتے؟ اہل بیت کو تکالیف پہنچانے والوں نے دراصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکالیف دیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ستانے والوں پر اللہ تعالیٰ کی دنیا اور آخرت میں لعنت ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان گستاخوں، ظالموں کے لیے دردناک عذاب تیار کر کے رکھا ہے فقط

ان کے مرنے کی دیر ہے بلکہ اس دنیا میں بھی وہ عذاب الٰہی میں مبتلا رہتے ہیں جیسا کہ یزید پلید وشمر لعین کا انجام ہوا۔

اترجو اُمة قتلت حُسَيْنَا
شفاعة جدهٔ یوم الحساب

ترجمہ: کیا تم ایسی اُمت کے بارے میں جس نے حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کیا ہے قیامت کے روز ان کے نانا جان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت میں اُمید رکھتے ہو؟

حبیب خدا شافع محشر نبی آخر زمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ان اول من يدخل الجنة أنا و فاطمه و على و الحسن و الحسين۔

ترجمہ: جنت میں سب سے پہلے میں (حضور) فاطمہ، علی، حسن اور حسین رضی اللہ عنہم داخل ہوں گے۔

(المستدرک للحاکم، جواہر العقدین صفحہ ۴۶ علامہ سید نور الدین علی السمھوری متوفی ۹۱۱ھ)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”اے لوگو! میں تم میں دو اہم چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں اگر تم ان کی اتباع کرتے رہے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے، ایک تو اللہ تعالیٰ کی کتاب اور دوسرا میری عترت اہل بیت۔“

(المستدرک، ایضاً صفحہ ۳۸)

ام المومنین حضرت ام سلمیٰ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: حکم غدیر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا ہاتھ مبارک انتہائی اوپر اٹھا کر فرمایا:

مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ۔

ترجمہ: میں جس کا مولا ہوں علی بھی اس کا مولا ہے۔

اور پھر ارشاد فرمایا:

''اے لوگو! میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں کتاب اللہ اور اپنی عترت اور یہ دونوں کبھی جدا نہ ہوں گے حتیٰ کہ مجھے حوض پر واپس آملیں گے۔''

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

حبُ علیٍّ یأکُلُ الذُنُوبَ کما تأکل النار الحطب۔

یعنی حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی محبت گناہوں کو اس طرح کھاتی ہے کہ جس طرح آگ لکڑی کو ختم کر دیتی ہے۔ (تاریخ بغداد، جواہر العقدین صفحہ ۴۶)

کفاکم من عظیم القدر انکم

من لم یصل علیکم لا صلوٰۃ له

امام اہل سنت امام ادریس شافعی رحمۃ اللہ علیہ اپنے کلام میں فرماتے ہیں: اہل بیت کرام کی قدر و منزلت کے لیے یہی کافی ہے کہ جو شخص آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود نہ پڑھے اس کی نماز ہی نہیں ہوتی۔ (دیوان الشافعی صفحہ ۱۵۰)

وہ سادات جنہوں نے ائمہ اہل بیت کی پیروی کی وہ پہلے بھی قرآن کے ساتھ تھے، آج بھی قرآن ان کے سینوں میں ہے اور قیامت کے روز بھی قرآن کے ساتھ ہوں گے اور وہ جو اہل بیت سے جھگڑتے رہے بے ادبی گستاخی کی، ادب و محبت کا راستہ استوار نہیں کیا، کیا ایسوں کے دلوں میں عشق رسول کی شمع روشن ہو گی؟ ایسے درندوں کی نمازیں قبول ہوں گی؟ یہ ہدایت کے راستے پر نہ تھے کہ گمراہی ان کی منزل تھی؟ اگر یہ

حبِ علی میں مستقیم ہوتے بغض، نفرت، عداوت اور مماثلت کے مرض لا دوا میں مبتلا نہ ہوتے تو یوں ہی ضائع نہ ہوتے۔

امیر المومنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے صحابی رسول حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ہمارے ساتھ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی زیارت کو چلو، کیا تمہیں معلوم نہیں کہ بنی ہاشم (سادات) کی عیادت فرض اور ان کی زیارت (ثواب میں) نوافل میں شمار ہوتی ہے۔ (الفضائل للدارقطنی، جواہر العقیدین صفحہ ۷۸)

اسلام ما اطاعتِ خُلفائے راشدین

ایمان ما محبتِ آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم است

ملتان کے نواب حاجی مظفر خاں دیندار شخص تھے دین کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے، ان کی کمر میں پرانہ درد تھا جس کے علاج سے اس زمانہ کے حکماء اطباء عاجز آ گئے تھے ایک روز نواب صاحب نے سلطان العارفین حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ (۱۱۰۲ھ) کے فیض یافتہ فقیر محمد دائم قادری رحمۃ اللہ علیہ سے اپنے درد کی شکایت کی اور دعا کی درخواست کی۔ فقیر موصوف نے حسب عادت ایک گھڑی مراقبہ کر کے فرمایا: نواب صاحب! جب کوئی سید آپ کے پاس تشریف لائے، آپ اس کی تعظیم کے لیے اٹھ کھڑے ہوا کریں۔" نواب صاحب نے ملازموں کو حکم دیا کہ جو سید صاحب آئیں انہیں ملنے سے روکا نہ جائے۔ جب ایک سید صاحب نواب موصوف سے ملنے کے لیے آئے تو نواب صاحب نے نوکروں کو حکم دیا کہ مجھے اِن کی تعظیم کے لیے کھڑا کرو، پہلی دفعہ کے اُٹھنے سے ہی پرانا شدید درد کافور ہو گیا۔ (مناقب سلطانی صفحہ ۵۵۰)

ہم اہل سنت اہل خیر اور اہل محبت ہیں۔ ہماری ایک آنکھ اہل بیت اور ایک آنکھ صحابہ کرام ہیں۔ دونوں حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جاں نثار، صحبت یافتہ اور محبت یافتہ

ہیں۔ اہل سنت اہل جنت کا یہ ہمیشہ سے طرہ امتیاز رہا ہے کہ ہم اہل بیت عظام صحابہ کرام، ائمہ اربعہ، اور اولیاء اللہ میں سے کسی کے بھی گستاخ و بے ادب نہیں ہیں، قیامت کے روز ہم پر کسی بھی حوالے سے مقدمہ قائم نہیں ہو سکے گا۔ ہمارے پیر و مرشد فقیہ الاعظم، تاج العارفین حضرت علامہ مفتی پیر محمد قاسم مشوری قادری قدس سرہ سچے عاشق رسول، پروانہ اہل بیت اور محبت صحابہ تھے، ان کے حالات کو فقیر نے قاسم ولایت (کتاب) میں تفصیل سے رقم کیا ہے۔ درود شریف ﷺ میں ''آلہ'' کا خصوصی طور پر اہتمام فرماتے، سادات کرام کے ننھے منے بچوں کی آمد پر بھی کھڑے ہو کر استقبال فرماتے اور ان کے ننھے منے ہاتھوں کو بوسہ دیتے، واقعہ کربلا بیان کرتے ہوئے خطباء علماء بے دھڑک سے مستورات سیدزادیوں کے نام لیتے ہیں، آداب کو ملحوظ خاطر نہیں رکھتے لیکن آپ کو عشق اہل بیت میں کمال حاصل تھا۔ آپ ان کا نام ادب کی وجہ سے نہیں لیتے بلکہ حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا پر اکتفا فرماتے اور فرماتے کہ ہم اپنے آقا زادیوں کا اسم گرامی کس طرح لیں، ناپاک زبان سے پاکوں کا نام کیسے لے سکتے ہیں، علامہ پیر سید نجی اللہ شاہ راشدی رحمۃ اللہ علیہ کی عیادت کے لیے ان کی خانقاہ تشریف لے گئے، پیر صاحب علیل تھے لہٰذا اندر حویلی شریف میں مدعو کیا لیکن آپ نہ مانے، فرمایا: ہم آپ کی عیادت کے لیے حاضر ہوئے تھے، آپ اندر مستورات میں ہیں ہم اہل بیت کی حویلی میں نہیں آسکتے لہٰذا واپس جا رہے ہیں۔ پیر صاحب کے صاحبزادوں نے بہت اصرار کیا کہ آپ کو واپس جانے نہیں دیں گے، آپ اندر تشریف لے چلیں، سیدزادوں کی خواہش و اصرار کو ٹال نہیں سکتے، آپ نے اپنے پاؤں سے نعلین اتار دی اس کے بعد اپنے پوتے سے فرمایا چادر سے میری آنکھیں باندھیں، کسی دیوار دروازہ کو ہاتھ نہیں لگنا چاہیے اور راستے کے کنارے سے لے کر چلنا عیادت کی، بہت گریہ فرمایا اور دعا کر کے واپس

آ گئے۔ ایک مرتبہ راستہ میں ملاحظہ کیا کہ کسی سادا گ گھرانے کی گائے محصول کے جرمانے میں لے کر جا رہے تھے اچانک اسی سید صاحب نے آپ کو آتے ہوئے دیکھ لیا آپ کی گاڑی رکوائی گئی، آپ نیچے اتر کر اس غیر معروف کسان سید کے پاؤں پڑے، دست بوس ہوئے، اس کے بعد محصول ادا کر کے گائے کو آزاد کروایا وہ آپ کے دست مبارک میں رسی دینا چاہتے تھے لیکن آپ نے اس رسی کو احترامأ نہ لیا کہ کہیں سیدزادی نے نہ چھوا ہوا ہو۔ سبحان اللہ! احترام اہل بیت میں کس قدر احتیاط ہے اور یہ مقام تب نصیب ہوتا ہے جب دل میں حب اہل بیت رچی بسی ہو۔ ادب میں عافیت ہے اور بے ادب فضل رب سے محروم ہے۔

اہل بیت کرام (جگر گوشہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور ان کی مستورات کو مدینہ سے مکہ مکرمہ وہاں سے کربلا کا طویل سفر اونٹوں پر کروایا گیا شعبان سے لے کر محرم تک پانچ ماہ بچوں بڑوں اور خواتین کو بے گھر مسافری پر مجبور کیا، بھوکا پیاسا رکھا، پیغمبر کی حیادار پردہ دار خواتین کو کوفہ دمشق میں ان کا تماشا بنایا گیا، درندے آزاد تھے لیکن اہل بیت پاک قید تھے، درندے پانی آزادی سے پی رہے تھے لیکن دونوں جہاں کے مالک جس کی خاطر کائنات عدم سے وجود میں آئی ان کے اہل بیت کا پانی بند تھا، ان کو طرح طرح کی اذیتیں دی گئیں۔ کیا ایسے ظالموں سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ناراض نہیں ہوئے ہوں گے؟ یقیناً ہوئے ہوں گے۔ اس کے باوجود بعض یزید کے کفر پر شک کرتے ہیں اور ان پر لعنت کرنے سے اعراض کرتے ہیں حالانکہ یہ محبت کی کمی ہے، لعنت بھیجنا، ان سے اور ان کے کرتوت سے اظہار نفرت ہے۔

بجھی آتش عشق اندھیر ہے
مسلماں نہیں راکھ کا ڈھیر ہے

وکیل اہل بیت، مفتی اہل سنت، شیخ الحدیث علامہ مفتی غلام رسول جماعتی رحمۃ اللہ علیہ (۲۰۱۰ء) حُب اہل بیت سے سرشار ہو کر اہل سنت و جماعت کی نمائندگی کرتے ہوئے، صوفیائے کرام کی آواز بلند کرتے ہوئے، علمائے حق کی ترجمانی کرتے ہوئے حسب ونسب، امام حسن پاک، امام حسین پاک امام زین العابدین، امام باقر، امام جعفر صادق وغیرہ تصانیف میں حقائق کو ایک جگہ جمع کر کے سیکڑوں کتب سے بے نیاز کر دیا اہل محبت ان کا مطالعہ کر کے اپنے قلوب کو محبت اہل بیت سے سرشار کریں اور جناب مفتی صاحب کے لیے فاتحہ کریں کہ انہوں نے اہل بیت کا مقدمہ سو فیصد جیتا ہے یقیناً انہیں ائمہ اہل بیت کی روحانی رہنمائی حاصل رہی ہوگی، ان کے مطالعہ سے کم علمی یا جہالت کی بنا پر پھیلے ہوئے شکوک شبہات دور ہوں گے۔ فقیر کی زین البرکات فی مناقب اہل بیت، شان اہل بیت اور نکاح سید زادی میں مختصر کتاب ہے لیکن مفتی صاحب نے حسب ونسب کو پانچ جلدوں میں شائع کیا ہے جس میں سیدزادی کے نکاح متعلق تمام اعتراضات کا مدلل و مفصل جواب لکھا ہے، اس قدر تفصیل کسی اور کتاب میں نظر نہیں آتی، جوابات دیتے ہوئے دلائل کے انبار لگا دیئے لیکن کہیں بھی معترض کے خلاف کوئی ناشائستہ بات نہیں کہی۔ مفتی صاحب نے محبت کی بات کی، محبت کا درس دیا اللہ کرے سخت بنجر دلوں میں محبت کا بیج لگنے لگے۔ ایک مقام پر ایک خوبصورت حدیث شریف نقل کی ہے کہ امام حسین علیہ السلام کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

حسین منی و انا من الحسین احب اللہ من احب
حسینا حسین سبط من الاسباط۔

ترجمہ: حسین مجھ سے اور میں حسین سے ہوں اور جو حسین کے ساتھ محبت رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے محبت رکھتا ہے حسین اسباط سے ایک سبط

ہے۔(سبط بیٹے اور نواسے کو کہتے ہیں)(تذکرہ امام حسین صفحہ ۲۷۵)

ائمہ اہل بیت کرام کو ہر دور میں سختیوں کا دور دورہ تھا اگر ان امراء کے قلوب میں ذرہ سی بھی حب اہل بیت ہوتی تو کیا وہ اس قدر سنگ دلی کا مظاہرہ کرتے، انہیں طرح طرح کی اذیتیں پہنچاتے، ان کی لاشوں پر گھوڑے دوڑاتے، اجسام کو چھلنی کرتے، سر کو کاٹتے، ہونٹوں کو زخمی کرتے، بے گھر کرتے، شہر بدر، ملک بدر کرتے ہرگز نہیں۔ اگر ایمان ہوتا تو اہل بیت سے جنگ کا سوچ بھی نہیں سکتے تھے۔ ایسے مجرم ایمان فروش برائے نام مسلمان تھے۔ ان واقعات میں بہت بڑا سبق ہے جماعت حقہ کی پہچان کا سامان ہے باطل فرقہ کی نشاندہی ہے جس نے اہل بیت سے غداری کر کے یزید، ابن زیاد، شمر، خولی، کا ساتھ دیا، ان کے ہاتھ مضبوط کیے، ان کے لشکر میں اضافہ کیا۔ ہمیں غدار فرقے سے شدید نفرت ہے، حضرت حسین کے دشمنوں سے عداوت ہے کیونکہ ہم غلامانِ اہل بیت ہیں۔

یارب! میں ان کی آل کی حرمت پہ مر مٹوں
یوں عہد بے ثبات کو حاصل دوام ہو

۲۱ رصفر المظفر ۱۴۳۴ھ
۴ جنوری ۲۰۱۳ء بروز جمعۃ المبارک

فقیر سید محمد زین العابدین راشدی
آستانہ قادریہ راشدیہ
کراچی

تعارف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسوله الکریم۔

زیرِنظر کتاب ''قاسم ولایت'' ہے اس کا موضوع بحث مقام ولایت ہے، مقام نبوت کے بعد مقام ولایت کا مرتبہ ہے، اور نبوت اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے درمیان پیغام رسانی کا نام ہے۔ چنانچہ علماء نے لکھا ہے:

النبوّة سفارة بین اللّٰه و بین ذوی العقول من عباده لازاحه علّتهم فی امر معادهم و معاشهم۔

نبوت اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے درمیان پیغام رسانی کو کہتے ہیں جس سے ان کی دنیا اور عقبیٰ کی بیماریاں دور ہو جاتی ہیں اور نبی ایسی باتوں سے آگاہ کرتا ہے جس سے عقل سلیم کو تسکین ہوتی ہے۔ (ضیاء القرآن صفحہ ۹، جلد ۴)

ابن تیمیہ لکھتے ہیں کہ نبی کا لفظ نباء سے مشتق ہے اور لغت میں انباء گو ہر چیز کے لیے مستعمل ہوتا ہے لیکن اس کا عام استعمال اب صرف غیب کی خبروں میں ہونے لگا ہے اس لحاظ سے نبی اللہ کے یہ معنے ہوں گے کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے نبی بنایا ہو اور اس کو غیب کی خبریں دی ہوں۔ (ترجمان السنہ صفحہ: ۲۴۱،۲۴۲، جلد: ۴)

اور ولایت ایک قرب خاص ہے کہ مولیٰ عزوجل اپنے برگزیدہ بندوں کو محض اپنے فضل و کرم سے عطا فرماتا ہے: ولایت وہبی شیَ ہے کسبی نہیں ہے کہ اعمال اور

ریاضت سے آدمی حاصل کرلے البتہ بعض دفعہ اعمال حسنہ ولایت کے حصول کے لیے ذریعہ بن جاتے ہیں اور نبی ﷺ کی اُمت میں ولایت کا دروازہ تمام سے پہلے کھولنے والے امیر المؤمنین علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ ہیں اور آپ کا راز ولایت آپ کی اولاد کرام میں سرایت کرگیا چنانچہ اس اُمت کے اولیاء میں سے ایک بھی ایسا نہیں ہے جو کسی نہ کسی طور پر حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے خاندان امامت سے اکتساب ولایت کے لیے وابستہ نہ ہو اور ولایت کے مختلف طریقوں کے سلسلے حضرت امیر المؤمنین علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی طرف راجع ہیں۔ (تفہیمات الٰہیہ صفحہ ۱۰۴)

جب ولایت اور طریقت کے منبع اور تمام سلاسل کے مرجع حضرت امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ ہیں اور تمام اولیاء کو ولایت کی نعمت اُن کے در دولت سے ملتی ہے تو اس بنا پر اولیاء کرام حضرت امیر المؤمنین علی المرتضیٰ شیر خدا اور آپ کی اولاد اطہار کے دست نگر ہیں اور آپ جس کو چاہیں اس نعمتِ عظمیٰ سے نوازیں اور آپ ہی بعطائے الٰہی ولایت کو تقسیم کرنے والے ہیں جب حضرت امیر المؤمنین علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ ولایت اور خلافت باطنی کو تقسیم کرنے والے ہیں تو جو اولیاء کرام اس نعمت اور دولت سے فیض یاب ہوتے ہیں وہ حضرت علی اور اولادِ علی کا نہایت ادب و احترام کرتے ہیں اور ہر وقت ان کی مدح و تعریف کرتے ہیں چنانچہ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''اعلام الہدیٰ'' میں فرماتے ہیں کہ حضرت امام حسن و امام حسین اور ان کی تمام اولاد سب کے سب رسول اللہ ﷺ کی اولاد ہیں چنانچہ صحیح حدیث میں وارد ہے:

انّ اللہ جعل ذریۃ کل نبی فی صلبہٖ و جعل ذریّتی
فی صلب علی بن ابی طالب۔

یعنی حضورﷺ نے فرمایا کہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کی اولاد کو اس کی پشت سے پیدا کیا لیکن میری اولاد علی کرم اللہ وجہہ کی پشت میں رکھی ہے، صاحب کشف المحجوب لکھتے ہیں کہ حضورﷺ کے اہلِ بیت وہ ہیں جو ازلی طہارت سے مخصوص ہیں اور ان میں سے ہر ایک اس میدان میں مرد کامل ہے حضرت شیخ رکن الدین علاؤ الدولہ سمنانی چہل مجلس میں اپنے مریدین کو وصیت کرتے ہیں کہ تم کو چاہیے کہ ائمہ اہلِ بیت کی بے حد تعظیم کرو اور یاد رکھو کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ، امام جعفر صادق علیہ السلام کی محبت پر فخر کیا کرتے تھے اور امام شافعی رضی اللہ عنہ اہلِ بیت کی مدحت پر ناز کیا کرتے تھے اور بایزید بسطامی اور خواجہ جنید بغدادی کا یہ حال تھا کہ اگر اہلِ بیت کے قدموں کی خاک ان کو ملتی تو آنکھوں کا سرمہ بناتے تھے ائمہ اہلِ بیت کے مراتب اس قدر بلند ہیں کہ زبان بیان کرنے سے قاصر ہے۔ تمام عارفین نے اپنی تصنیفات میں ان کی مدحت سرائی کی ہے۔ (مرآۃ الاسرار صفحہ:۱۹۳)

غرضیکہ حضرت امیر المؤمنین علی مرتضیٰ شیر خدا کرم اللہ وجہہ ولایت اور خلافت باطنی کے بلند منصب و مرتبہ پر فائز ہیں حضورﷺ کی امت میں سے جسے چاہیں ولایت کا مرتبہ عطا فرمائیں حضرت امیر المؤمنین علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ ولایت کے مراتب تقسیم کرنے والے ہیں اولیاء کرام دولت اور نعمت حضرت علی اور اولاد علی کے گھر سے پاتے ہیں۔

اللّٰھم صل علیٰ محمد و علیٰ آل محمد و بارک وسلم۔

مفتی غلام رسول

دار العلوم قادریہ جیلانیہ (لندن)

تقدیم

حضرت امیر المؤمنین علی المرتضیٰ شیر خدا کرم اللہ وجہہ جیسے کہ شریعت کے امام ہیں اسی طرح طریقت کے امام ہیں اسی وجہ سے اولیاء کرام آپ کی اجازت سے مقامِ ولایت پر فائز ہوتے ہیں اور مقامِ ولایت کے حصول کے لیے آپ کے درِ دولت کے محتاج اور نیاز مند ہیں اور کسی کو بھی اولیاء کے زمرہ میں شامل ہونے کے لیے علی المرتضیٰ شیرِ خدا کی طرف سے اجازت مرحمت ہونا ضروری ہے۔ خواہ کوئی جتنی عبادت اور ریاضت کرے جب تک ان کی اجازت نہ ہو، مقامِ ولایت حاصل نہیں ہو سکتا اس لیے مقامِ ولایت کے حصول کے لیے آدمی کو حضرت امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ خصوصی عقیدت اور محبت رکھنا لازم اور ضروری ہے یہ عقیدت اور تعلق آپ کے ساتھ ہر وقت برقرار رہنا چاہیے یہ تعلق اور ربط حصول مقامِ ولایت کا ذریعہ ہے اور آخرت میں نجات کا ذریعہ ہے۔

چنانچہ روایات میں آتا ہے کہ سید السند ابراہیم قندوزی ۱۲۹۴ھ نے لکھا ہے کہ امام علی رضا علیہ السلام نے جب یہ حدیث بیان فرمائی کہ جس نے (کلمہ) لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ پڑھا وہ عذاب سے امن میں رہا (اور جنت میں داخل ہوا) تو اس کے آخر میں فرمایا:

بشروطها وانا من شرطها۔

یعنی لا الہ الا اللہ پڑھنے سے عذاب سے محفوظ رہنا یہ مشروط ہے کہ اس کے دل میں امام علی رضا اور دیگر اہلِ بیتِ اطہار کی محبت بھی ہو اگر یہ نہ ہو تو لا الہ الا

اللہ اس کے لیے باعث نجات نہیں ہوگا اور اس کی تائید یہ قول کرتا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ لا الٰہ الا اللہ کے شرائط ہیں ان شرائط میں سے میں اور میری اولاد ہے اس سے ثابت ہوا کہ کلمہ لا الٰہ الا اللہ پڑھنے سے آخرت میں نجات اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ کلمہ پڑھنے والا علی اور اولاد علی سے محبت اور عقیدت رکھے اور اگر اس کے دل میں علی اور اولادِ علی کی محبت نہیں ہے ان کے ساتھ بغض وعناد رکھتا ہے تو پھر یہ کلمہ اس کے لیے ہرگز باعث نجات نہیں ہے اور نہ ہی یہ مقام ولایت پر فائز ہوسکتا ہے خواہ جتنی ریاضت اور جدو جہد کرتا رہے مقامِ ولایت اور اس کے نتائج اور مقاصد تک رسائی صرف علی المرتضیٰ اور آپ کی اولاد کے وسیلہ سے ہوسکتی ہے چنانچہ امام ربانی مجدد الف ثانی المتوفی ۱۰۳۴ھ مکتوبات میں ارشاد فرماتے ہیں وہ راہ جو اللہ تعالیٰ کی طرف پہنچانے والے ہیں دو ہیں ایک وہ راہ ہے جو قرب نبوت سے تعلق رکھتی ہے۔علیٰ اربابہا الصلوٰۃ والتسلیم اور اصل الاصل تک پہنچانے والی ہے اس راہ سے واصل ہونے والے اصل میں تو انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات ہیں اور ان کے صحابہ اور باقی اُمتوں میں سے جس کو بھی اس دولت سے نوازیں اگر وہ تھوڑے ہوتے ہیں بلکہ بہت ہی تھوڑے ہوتے ہیں اور اس راہ میں توسط وحیلولت نہیں ہے جو بھی ان واصلین سے فیض حاصل کرتا ہے وہ بغیر کسی کے وسیلے سے حاصل کرتا ہے اور کوئی بھی دوسرے کے راہ میں حائل نہیں ہوتا اور ایک وہ راہ ہے جو قربِ ولایت سے تعلق رکھتی ہے۔ اقطاب، اوتاد اور بدلا، اور نجباء اور عام اولیاء اللہ اسی راہ سے واصل ہوتے ہیں اور سلوک اسی راہ سے عبارت ہے بلکہ متعارف جذبہ بھی اسی میں داخل ہے اور اس راہ میں توسط اور حیلولت ثابت ہے اور اس راہ کے واصلین کے پیشوا اور ان کے سردار اور ان کے بزرگوار منبع فیض حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم ہیں اور یہ عظیم الشان منصب

ان سے تعلق رکھتا ہے اس راہ میں گویا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دونوں قدم مبارک حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مبارک سر پر ہیں اور حضرت فاطمہ اور حضرت حسنین رضی اللہ عنہم اس مقام میں ان کے ساتھ شریک ہیں میں یہ سمجھتا ہوں کہ حضرت امیر اپنی جسدی پیدائش سے پہلے بھی اس مقام کے ملجا و ماویٰ تھے جیسا کہ آپ جسدی پیدائش کے بعد ہیں جس کو بھی فیض و ہدایت اس راہ سے پہنچی ان کے ذریعہ سے پہنچی کیونکہ اس راہ کے آخری نقطہ کے نزدیک ہیں اور یہ مقام مرکز ان سے تعلق رکھتا ہے اور جب حضرت امیر کا دور ختم ہوا تو یہ عظیم القدر منصب ترتیب وار حضرات حسنین کے سپرد ہوا اور ان کے بعد وہی منصب ائمۃ اثنا عشر میں سے ہر ایک کو ترتیب وار اور تفصیل سے مقرر ہوا اور ان بزرگوں کے زمانہ میں اور اسی طرح ان کے انتقال کے بعد جس کو فیض اور ہدایت پہنچتا ہے ان بزرگوں کے ذریعہ اور حیلولت سے پہنچتا ہے اگر چہ اقطاب و نجبا وقت ہی کیوں نہ ہوں اور سب کے ملجا و ماویٰ یہی بزرگ ہیں کیونکہ اطراف کو اپنے مرکز کے ساتھ الحاق کرنے سے چارہ نہیں ہے یہاں تک کہ نوبت حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ تک پہنچیں اور جب اس بزرگوار تک نوبت پہنچی تو منصب مذکور آپ کے سپرد ہوا اور ائمہ مذکورین اور حضرت شیخ کے درمیان کوئی بھی اس مرکز پر مشہود نہیں ہوتا اور اس راہ میں فیوض و برکات کا وصول جس کو بھی ہو خواہ وہ اقطاب و نجباء ہوں آپ کے واسطہ سے ہی مفہوم ہوتا ہے کیونکہ یہ مرکز ان کے علاوہ اور کسی کو میسر نہیں ہوا ہے یہی وجہ ہے کہ آپ نے فرمایا ہے:

افلت شموس الاولین و شمسنا
ابدا علی افق العلی لا تغرب

شمس سے مراد فیضان ہدایت و ارشاد کا آفتاب ہے اور اس کے غروب

ہونے کا مطلب فیضان مذکور کا عدم ہے اور جب حضرت شیخ کے وجود سے وہ معاملہ جو پہلے لوگوں سے تعلق رکھتا تھا مقرر ہوا اور وہ رشد و ہدایت کے وصول کا واسطہ ہوئے جیسا کہ ان سے پہلے لوگ تھے اور پھر یہ بھی ہے کہ جب تک فیض کے توسط کا معاملہ قائم ہے انہی کے وسیلہ سے ہے تو لازماً درست ہوا کہ افلت شموس الاولین و شمسنا۔ یعنی پہلے لوگوں کے سورج غروب ہو گئے اور ہمارا سورج ہمیشہ بلندی کے کناروں پر رہے گا وہ غروب نہ ہوگا۔

سوال: یہ حکم مجدد الف ثانی سے ٹوٹ جاتا ہے کیونکہ مجدد الف ثانی کے معنے کے بیان جلد ثانی کے ایک مکتوب میں درج ہوا ہے کہ جو کچھ فیض کے قسم سے ہے اس مدت میں امتوں کو پہنچتا ہے وہ اسی کے ذریعہ سے ہوتا ہے اگرچہ وہ اقطاب، اوتاد ہوں یا نجباو بُدلا وقت ہوں۔

جواب: میں کہتا ہوں کہ مجدد الف ثانی اس مقام میں حضرت شیخ کے نائب ہیں اور حضرت شیخ کی نیابت ہی سے یہ معاملہ اس سے وابستہ ہے جیسا کہ کہا ہے کہ نور القمر مستفاد من نور الشمس۔ چاند کا نور سورج کے نور سے مستفاد ہے تو اب کوئی استحالہ نہیں ہے۔

سوال: مجدد الف ثانی کا معنے جو اوپر مذکور ہوا مشکل ہے کیونکہ اس مدت مذکورہ میں حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی نزول فرمائیں گے اور حضرت مہدی علیہ الرضوان بھی ظاہر ہوں گے اور ان بزرگوں کا معاملہ اس سے بہت بلند ہے کہ وہ کسی کے ذریعہ سے فیض حاصل کریں۔

جواب: میں کہتا ہوں کہ دو راہوں میں سے دوسرے راہ میں توسط کا معاملہ پیش آتا ہے جو کہ قرب ولایت سے عبارت ہے اور پہلی راہ میں جو کہ قرب نبوت سے عبارت ہے

توسط کا معاملہ مفقود ہے جو بھی اس راہ سے واصل ہوا کوئی بھی اس میں حائل اور وسیلہ نہیں ہے وہ کسی کے بغیر فیوض و برکات حاصل کرتا ہے توسط اور حیلولت صرف آخری راہ میں ہے اور اس مقام کا معاملہ علیحدہ ہے جیسا کہ گذر چکا اور حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت مہدی علیہ الرضوان پہلی راہ سے واصل ہیں جیسا کہ حضرات شیخین رضی اللہ عنہما پہلی راہ سے واصل ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ضمن میں ہیں اور وہ اپنے مختلف درجات میں اس جگہ ایک خاص شان رکھتے ہیں۔

تنبیہ: جاننا چاہیے کہ جائز ہے کہ کوئی شخص قرب ولایت کی راہ سے قرب نبوت تک پہنچے اور دونوں معاملات میں شریک ہو اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کے طفیل اس کو اس جگہ بھی جگہ دے دیں اور کارخانہ کو اس سے وابستہ کر دیں اور اس جگہ معاملہ اس سے متعلق ہو۔

خاص کند بندہ مصلحت عام را

یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے اور جس پر چاہے کرے۔ اور اللہ بہت بڑے فضل والا ہے۔

سبحان ربك رب العزة عما يصفون و سلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين۔

مکتوبات سے مکتوب ۱۲۳ ہم نے من وعن ذکر کر دیا ہے۔

قارئین اہلِ طریقت کو چاہیے کہ وہ اس کو غور و فکر سے پڑھیں جس سے ان کو معلوم ہوگا کہ مقامِ ولایت کا حصول مولیٰ علی اور اولادِ علی کے ذریعہ سے ہی ہے۔ امام ربانی مجدد الف ثانی نے صراحت کے ساتھ بیان فرمایا ہے کہ حضرت امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ دنیا میں پیدائش اور ظہور سے پہلے بھی اولیاء کو ولایت کے تقسیم کرنے کے

منصب کے ماویٰ وملجا تھے جب دنیا میں پیدائش ہوئی تو پھر بھی جس کو مرتبہ ولایت عطا ہوا آپ کے ذریعہ اور وسیلہ سے عطا ہوا کیونکہ اس مقام کا مرکز آپ سے تعلق رکھتا ہے لہٰذا جس کو مرتبہ ولایت ملا اس کو آپ کے صدقہ ہی میں ملا اور جو اس مرتبہ ولایت پر فائز ہیں یا اس کی تمنا اور آرزو رکھتے ہیں جب حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ اور آپ کی اولاد کا ذکر آتا ہے تو وہ اپنے سر جھکا دیتے ہیں اور عجز وانکسار کے آثار ان کے چہروں پر نمایاں ہو جاتے ہیں اور جب کسی مجلس میں اولادِ علی یعنی سادات کرام سے کوئی آتا ہے تو وہ بطور تعظیم وتکریم ادباً کھڑے ہو جاتے ہیں۔

چنانچہ علامہ یوسف نبہانی المتوفی ۱۳۵۰ھ جواہر البحار میں فرماتے ہیں:

و اخرج ابن عساکر عن انس قال قال رسول اللہ ﷺ لا یقومن احد من مجلس الّا للحسن او للحسین او ذریتھما۔ (جواہر البحار صفحہ ۳۶۲)

ترجمہ: ابن عساکر نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ کسی مجلس میں کوئی کسی کے لیے کھڑا نہ ہو مگر امام حسن اور امام حسین اور ان دونوں کی اولاد کے لیے کھڑا ہو جائے۔

اب اس حدیث میں صراحت ہے کہ امام حسن اور امام حسین اور ان کی اولاد کے لیے مجلس میں بطور احترام واکرام کھڑا ہونا لازم اور ضروری ہے اگر کوئی آدمی فخر اور غرور کی وجہ سے کھڑا نہیں ہوتا یا کوئی ملاں اپنے علم پر غراتا ہے تو مرتبہ ولایت کی دولت سے محروم ہو جاتا ہے اور جو علی اور اولادِ علی سے بغض وعناد رکھتا ہو تو مقام ولایت تو کجا وہ ہدایت کے راستہ سے بھٹک جاتا ہے اور اس کی ریاضت وعبادت قبول نہیں ہوتی اور یہ امر ظاہر ہے کہ افضل ترین عبادت نماز ہے نیز دعا مغز عبادت ہے۔ یہ

دونوں مقبول نہیں ہوتے جب تک آل محمد پر درود نہ پڑھا جائے۔ (اللّٰھم صلّ علیٰ محمّدٍ وّ علیٰ آل محمّدٍ) اور آلِ محمد سے مراد علی اور اولادِ علی ہے۔ چنانچہ ہم نے ''ہدیہ درود شریف'' اور حسب ونسب جلد ششم میں ذکر کیا ہے کہ آلِ محمد سے مراد علی اور اولادِ علی ہے اور آلِ محمد پر درود پڑھنا فرض ہے اگر نماز میں آلِ محمد پر درود نہ پڑھا جائے تو نماز نہیں ہوتی جب نماز اور دعا مقبول نہ ہوگی تو مرتبہ ولایت کب حاصل ہوگا اور صاحب بہارشریعت فرماتے ہیں:

> ''ہاں مرتبہ تکمیل پر حضور اقدس ﷺ نے جانب کمالات نبوت حضرات شیخین کو قائم فرمایا اور جانب کمالات ولایت حضرت مولیٰ مشکل کشا کو تو جملہ اولیاء مابعد نے مولیٰ علی کے گھر سے نعمت پائی اور انہیں کے دست نگر تھے اور ہیں اور رہیں گے۔''

(بہارِشریعت صفحہ:۷۰ حصہ اول)

اس سے بھی ثابت ہوا کہ جس کسی کو ولایت کی دولت اور نعمت ملی وہ حضرت علی مرتضیٰ کے گھر سے ہی ملی ہے اور اولیاء کرام ان کے محتاج اور دست نگر ہیں۔ علامہ آلوسی بغدادی نے تفسیر روح المعانی میں آیہ تطہیر کی تشریح کے ضمن میں لکھا ہے کہ اسی تطہیر الٰہی کا نتیجہ ہے کہ اخلاق اعمال اور فضائل کے لحاظ سے اہلِ بیت کرام ہر دور میں دوسروں سے پیش پیش نظر آتے ہیں اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ ان کے اعمال مقبول ہیں اور ان پر آثار جمیلہ کا مترتب ہونا یقینی امر ہے یہ ان کی خصوصیت ہے جس میں ان کا کوئی شریک نہیں ہے اسی لیے اربابِ کشف نے تصریح فرمائی ہے کہ ہر دور میں قطب اسی خاندان سے ہوتا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے بھی لمعات، ''المقالۃ لوضیہ'' وغیرہ میں

تحریر فرمایا ہے کہ مقامِ جذب ولایت کے فاتح اوّل سیدنا علی کرم اللہ وجہہ ہیں اور سیدۃ النساء، حضرات حسنین کریمین اس مقام میں آپ کے ساتھ شامل ہیں بقیہ ائمہ اہلِ بیت بھی اسی نسبت کے اقطاب ہیں اور سیدنا غوث اعظم کی اس مقام میں ایک خصوصی شان ہے۔

اور مہر منیر میں ہے کہ جس طرح مقامِ نبوت کے مرکز اعلیٰ آں حضرت ﷺ ہیں اُسی طرح مقامِ ولایت کے مرکزِ اعلیٰ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ ہیں۔ حضرت شیخ اکبر کے نزدیک حقیقت کلیہ اور تجلی اول میں قبول فیض کے لحاظ سے تمام حقائق سے قریب حقیقت محمدیہ ہے اور اس کے بعد سیدنا علی کی حقیقت ہے۔

ایسا ہی اعلیٰ حضرت گولڑوی نے تصفیہ مابین سنی وشیعہ میں ذکر فرمایا ہے۔

(مہر منیر صفحہ ۲۳ باب اول)

اور السیف الجلی میں ہے:

اس امت مرحومہ میں فاتح اول، ولایت کا دروازہ سب سے پہلے کھولنے والے فرد حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ ہیں۔

وسرّ حضرت امیر کرم اللہ وجہہ دراولاد کرام سرایت کرد۔

حضرت امیر کرم اللہ وجہہ کا راز ولایت آپ کی اولاد کرام میں سرایت کر گیا۔

چنانچہ کسے از اولیاء نیست الا آں را حضرت مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ مرتبط است بوجہی از وجوہ۔

چنانچہ اولیائے امت میں سے ایک بھی ایسا نہیں ہے جو کسی نہ کسی طور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے خاندان امامت (اکتساب ولایت کے لیے) وابستہ نہ ہو۔

و از اُمت آں حضرت ﷺ اول کسے کہ فاتح باب جذب شدہ

است و درآں جا قدم نہادہ است حضرت امیر المومنین کرم اللہ وجہہ
ولہٰذا اسلاسل طُرق بداں جانب راجع مے شوند۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت میں پہلا فرد جو ولایت کے (سب سے اعلیٰ و اقویٰ طریق) بابِ جذب کا فاتح بنا اور جس نے اس مقام بلند پر پہلا قدم رکھا وہ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ذات گرامی ہے۔اسی وجہ سے روحانیت وولایت کے مختلف طریقوں کے سلاسل آپ ہی کی طرف رجوع کرتے ہیں۔اب امت میں جسے بھی بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فیض ولایت نصیب ہوتا ہے وہ یا تو نسبت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے نصیب ہوتا ہے یا نسبت غوث الاعظم جیلانی رضی اللہ عنہ سے اس کے بغیر کوئی شخص مرتبہ ولایت پر فائز نہیں ہوسکتا، واضح رہے کہ نسبت غوث الاعظم جیلانی رضی اللہ عنہ بھی نسبت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ ہی کا ایک باب اور اسی شمع کی ایک کرن ہے یہ فیض ولایت کہ امت محمدی میں جس کے منبع و سرچشمہ سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ مقرر ہوئے اس میں سیدہ کائنات حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا اور حضرات حسنین کریمین بھی آپ کے ساتھ شریک کیے گئے ہیں اور پھر ان کی وساطت سے یہ سلسلہ ولایت کبریٰ اور غوثیت عظمیٰ ان بارہ ائمہ اہلِ بیت میں ترتیب سے چلایا گیا جن کے آخری فرد سیدنا امام مہدی سلام اللہ علیہ ہیں جس طرح سیدنا علی کرم اللہ وجہہ امت محمدی میں فاتح ولایت کے درجہ پر فائز ہیں اسی طرح امام مہدی امت محمدی میں خاتم ولایت کے درجہ پر فائز ہیں۔

(السیف الجلی علیٰ منکر ولایت علی صفحہ ۱۲ تا ۱۴ بحوالہ التفہیمات الالٰہیہ)

ولی، ولایت اور مولیٰ کے معانی

وَلِیَ،وَلیَ وَلیاً،ولی فلاناً قریب ہونا۔باب ضرب سے قلیل استعمال ہے،وَلی یَلِیْ وِلاَ یَۃً ، وَلاَ یَۃ ، وَلِیَ الشیَ ، وَ علَی الشی والی ہونا متصرف ہونا، وَلِیَ البلد قابض اور متصرف ہونا، ولی الرجل محبت کرنا مصدر وَلاَ یَۃً ہے وَلّٰی تولیۃً ولّٰی فلانا الامر والی مقرر کرنا، اَولٰی اس کا مصدر ایلاء ہے اولٰی فلانا الامر والی مقرر کرنا، احسان کرنا اور اسی سے جو تعجب کے موقعہ پر بولا جاتا ہے ما اولاہ للمعروف وہ کتنا فیاض ہے اور یہ شاذ ہے اس لیے کہ ثلاثی مزید فیہ سے یہ صیغہ نہیں آتا، باب مفاعلہ والی الرجل دوستی کرنا۔باب تفعل، تولّٰی الامر ذمہ داری لینا۔باب تفاعل، توالٰی پیاپے ہونا۔باب استفعال، استولٰی علیہ غالب ہونا۔ اَلْوَلْیُ مصدر ہے معنے قرب اور نزدیکی ہے، اَلْوَل۔ایَ، محبت، دوستی، نزدیکی، قرابت، مدد، ملکیت، الوَ لائَ ، میراث جو آزاد کردہ غلام سے یا عقد موالاۃ کی وجہ سے حاصل ہو، اور الولی کی جمع اولیاء ہے، محبت کرنے والا، دوست، مددگار، پڑوسی، حلیف، تابع دار، داماد، اور ہر وہ شخص جو کسی کا منتظم ہو، الولایۃ مصدر ہے وہ بلاد جن پر ایک حاکم قابض ہو، الولایۃ، حکومت، امارت، سلطنت، الولیۃ یہ ولی کی مونث ہے اولی زیادہ حقدار، اولٰی لک دھمکی اور وعید کے طور پر استعمال ہوتا ہے، اَلْمَولٰی، مالک، سردار غلام آزاد کرنے والا۔ آزاد شدہ غلام انعام دینے والا، جس کو انعام دیا جائے۔محبت کرنے والا، ساتھی، حلیف، مہمان، شریک، بیٹا، چچا کا بیٹا، بھانجا، چچا، داماد، رشتہ دار، ولی، تابع، مولٰی کی جمع موالی ہے۔مولوی مولٰی کی طرف منسوب ہے۔

عندالمسلمین زاہد، اور یتمولیٰ وہ سردار بننا چاہتا ہے اور المواليا یہ ایک قسم کے اشعار ہیں جن کو گایا کرتے تھے اور جن کے آخر میں یا موالیاَ کہتے تھے اور اپنے سرداروں کی طرف اشارہ کرتے تھے، اور المولیٰ وہ بچہ ہے جس پر ولی مقرر کیا جائے اور اس کا مونث مَوْلیۃ اور المولوِیَّۃ ایک قسم کی ٹوپی جس کو فرقہ مولویہ کے لوگ پہنا کرتے تھے اور کہا جاتا ہے فیہ مَوْلوِیَّۃ اس میں سرداروں کی مشابہت ہے، المتوالی، اسم فاعل کا صیغہ ہے اس کی جمع متاوِلۃ شیعوں کی جماعت۔ (مصباح اللغات صفحہ ۹۶۸)

حضرت علی المرتضیٰ پر مولیٰ کا اطلاق

اور لفظ مولیٰ کا اطلاق رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی شیرِ خدا کرم اللہ وجہہ پر کیا ہے چنانچہ جب ۱۰ ہجری میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجۃ الوداع سے فارغ ہوئے تو انصار و مہاجرین کے ساتھ مدینہ منورہ کے لیے روانہ ہوئے راستہ میں مقام غدیر خم پر جو ایک تالاب ہے یہاں تمام صحابہ کرام کو جمع فرما کر ایک خطبہ ارشاد فرمایا جس میں فرمایا کہ میں تمہارے درمیان دو بھاری چیزوں کو چھوڑ کر جا رہا ہوں ایک اللہ کی کتاب جس میں ہدایت اور روشنی ہے اور دوسری چیز میری اہل بیت ہے میں اپنی اہلِ بیت کے بارے میں تمہیں خدا کی یاد دلاتا ہوں۔ (صحیح مسلم صفحہ ۲۷۹، جلد ۱:)

اور اس خطبہ میں آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا:

من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللّٰھم وال من وال و عاد من عاداہ۔

اور اس حدیث کی شان ورود یہ ہے کہ حضرت بریدہ اسلمی نے یمن میں حضرت علی کے کسی عمل پر اعتراض کیا تھا اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کی شکایت کر دی جس پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللّٰھم وال من وال و عاد من عاداہ کا ارشاد فرما کر حضرت علی کی محبت واجب فرما دی۔

اور بخاری کی روایت میں ہے کہ حضور پاک نے یہ بھی فرمایا کہ حضرت علی اس کے زیادہ حقدار تھے۔ (سیرت مصطفیٰ صفحہ ۴۲۵ بحوالہ بخاری صفحہ ۲۲۳ و ترمذی مناقب علی)

اور حدیث من کنت مولاہ کے شان ورود اور اس کے سیاق و سباق

سے ثابت ہوا کہ یہ حدیث حضرت علی شیر خدا کی ولایت اور مولیٰ ہونے پر عبارت النص ہے جس کی وضاحت اس طرح ہے کہ لفظ کی مراد سے اگر مجتہد کے واقف ہونے کے طریقوں کی معرفت مقصود ہو تو اس کے چار طریقے ہیں اگر مستدل (دلیل پیش کرنے والا) الفاظ کو دلیل میں پیش کرے اور الفاظ کو معنے کے۔لیے قصداً لائے تو یہ عبارۃ النص ہے اور اگر الفاظ کو معنے کے لیے قصداً نہ لائے تو اشارۃ النص ہے اور اگر مستد الفاظ کو دلیل میں پیش نہ کرے بلکہ الفاظ کے معنے کو پیش کرے تو اگر وہ معنے ان الفاظ سے لغت کے اعتبار سے مفہوم ہو تو وہ دلالۃ النص ہے اور اگر لغت کے اعتبار سے مفہوم نہ ہو بلکہ اس معنے پر الفاظ کی صحت شرعاً یا عقلاً موقوف ہے تو اقتضاء النص ہے۔(نور الانوار صفحہ ۱۶)

جب یہ حدیث من کنت مولاہ فعلی مولا حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا کی ولایت اور مولیٰ ہونے پر عبارۃ النص ہے تو ظاہر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فرما کر حضرت علی کی ولایت تمام مسلمانوں پر واجب فرما دی۔

حضرت علی شیر خدا کعبہ میں پیدا ہوئے

امیر المومنین حضرت علی شیر خدا کرم اللہ وجہہ اہل بیت اطہار میں سے ہیں جن کی طہارت اور پاکیزگی کی قرآن پاک نے تصریح فرمائی ہے:

اِنَّمَا یُرِیۡدُ اللّٰہُ لِیُذۡہِبَ عَنۡکُمُ الرِّجۡسَ اَہۡلَ الۡبَیۡتِ وَ یُطَہِّرَکُمۡ تَطۡہِیۡرًا ﴿ۚ۳۳﴾

اور اللہ تعالیٰ نے حضرت علی شیر خدا کو کعبہ میں پیدا فرمایا ہے جو کہ خدا کی زمین میں سے طیب وطاہر ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کو مسلمانوں کی عبادت کے لیے قبلہ اول بنایا ہے اور اس کی عظمت کی بنا پر اس کو انبیاء علیہم السلام اور حضرت جبرئیل علیہ السلام نے تعمیر کیا

ہے چنانچہ جب آدم علیہ السلام بہشت سے زمین پر تشریف لائے تو بارگاہِ الٰہی میں عرض کیا کہ خدایا میں یہاں نہ تو ملائکہ کی تسبیح و تکبیر سنتا ہوں اور نہ کوئی عبادت گاہ دیکھتا ہوں جیسے کہ آسمان پر بیت المعمور دیکھتا تھا جس کے ارد گرد ملائکہ طواف کرتے تھے جواب الٰہی آیا کہ جاؤ جہاں ہم نشان بتائیں وہاں کعبہ بنا کر اس کے ارد گرد طواف بھی کرلو اور نماز بھی ادا کرو، حضرت جبرئیل علیہ السلام آدم علیہ السلام کی رہبری کے لیے ان کے ساتھ چلے اور انہیں وہاں لائے جہاں سے زمین بنی تھی یعنی جس جگہ پانی پر جھاگ پیدا ہوا تھا اور پھر وہ جھاگ پھیل کر زمین بنی تھی حضرت جبرئیل نے وہاں اپنا پر مار کر ساتویں زمین تک بنیاد ڈال دی جس کو ملائکہ نے پانچ پہاڑوں کے پتھروں سے بھرا، کوہ لبنان، کوہ طور، کوہ جودی، اور حرا اور طور زیتا، بنیاد بھر کر نشان کے لیے چاروں طرف دیواریں اٹھادیں اس طرف آدم علیہ السلام نماز پڑھتے رہے اور اس کا طواف بھی کرتے رہے۔ طوفان نوح تک کعبہ اسی حال میں رہا اسی طوفان کے وقت وہ عمارت آسمان پر اٹھالی گئی اور یہ کعبہ کی جگہ اونچے ٹیلے کی طرح رہ گئی مگر لوگ برابر یہاں برکت کے لیے آتے تھے اور آکر دعائیں مانگتے تھے پھر ابراہیم علیہ السلام کے زمانے تک کعبہ اسی حال میں رہا اور جب حضرت اسماعیل و ہاجرہ اس میدان میں آکر ٹھہرے اور ان کی وجہ سے یہاں کچھ آبادی ہوگئی پھر جب حضرت ہاجرہ کا انتقال ہوگیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم ہوا آپ اسماعیل کو ساتھ لے کر یہاں عمارت کعبہ بنائیں اس کی نشانی اس طرح قائم فرمائی کہ ایک بادل کا ٹکڑا بھیجا گیا تاکہ اس کے سایہ سے کعبہ کی حد مقرر کرلی جائے حضرت جبرئیل نے اس سایہ کی مقدار خط کھینچا اور ابراہیم علیہ السلام نے اس خط پر یہاں تک زمین کھودی کہ بنیاد حضرت آدم نمودار ہوگئی اور اس بنیاد پر عمارت بنائی۔

(تفسیر نعیمی صفحہ ۶۷۸ بحوالہ تفسیر عزیزی)

اس سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام نے اور پھر حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام نے کعبہ کو تعمیر کیا ہے اور اس کو عبادت کے لیے قبلہ بنایا کہ جب نماز ادا کرنا ہو تو اس کی طرف منہ کر کے نماز ادا کریں اور جب حج کرو تو اس کا طواف کرو، چنانچہ قرآن پاک میں فرمایا:

اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿٩٦﴾ فِيْهِ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ ۚ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ؕ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ؕ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٩٧﴾

ترجمہ: بے شک پہلا گھر جو لوگوں کے لیے بنایا گیا وہ ہے جو مکہ میں ہے برکت والا اور ہدایت تمام جہانوں کے لیے اس میں کھلی ہوئی نشانیاں ہیں مقامِ ابراہیم اور جو شخص اس میں داخل ہوا باامن ہے اور اللہ کے لیے لوگوں پر بیت اللہ کا حج ہے جو شخص باعتبار راستہ کے اس کی طاقت رکھتا ہے اور جو کفر کرے تو اللہ تعالیٰ سارے جہان سے بے نیاز ہے۔

اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ پہلا مکان جس کو اللہ تعالیٰ نے طاعت وعبادت کے لیے مقرر کیا ہے نماز کا قبلہ حج اور طواف کا موضع بنایا جس میں نیکیوں کے ثواب زیادہ ہوتے ہیں وہ کعبہ معظمہ ہے جو شہر مکہ معظمہ میں واقع ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ کعبہ معظمہ بیت المقدس سے چالیس سال قبل بنایا گیا اور اس کی عظمت وحرمت سے ہے کہ لوگوں کے دل کعبہ معظمہ کی طرف کھچتے ہیں اور اس کی طرف نظر کرنے سے آنسو

جاری ہوتے ہیں اور ہر شب جمعہ کے ارواح اولیاء اس کے گرد حاضر ہوتی ہیں اور جو اس کی بے حرمتی کرتا ہے تباہ و برباد ہو جاتا ہے اور اس آیت کریمہ میں جو آیات کا ذکر ہوا ہے ان میں سے مقام ابراہیم وغیرہ چیزیں ہیں جن کا آیت کریمہ میں بیان فرمایا گیا ہے۔(مدارک،خازن،احمدی)

حضرت ابراہیم علیہ السلام تعمیر کعبہ کے وقت جس پتھر پر کھڑے ہوتے تھے اس میں آپ کے قدم مبارک کے نشان تھے جو باوجود طویل زمانہ گزرنے اور بکثرت ہاتھ مَس ہونے کے ابھی تک کچھ باقی ہیں۔(تفسیر خزائن العرفان صفحہ ۱۰۰)

اور حدیث پاک میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ داؤد علیہ السلام نے عرض کی: اے اللہ جب تیرے بندے تیرے گھر کی زیارت کے لیے آئیں تو انہیں تو کیا عطا فرمائے گا؟ فرمایا: ہر زائر کا اس پر حق ہے جس کی زیارت کو جائے ان کا مجھ پر یہ حق ہے کہ دنیا میں انہیں عافیت دوں گا اور جب مجھ سے ملیں گے تو ان کی مغفرت فرمادوں گا۔

اس سے ظاہر ہے کہ کعبہ معظمہ کی بڑی عزت و عظمت ہے اور یہ طیب و طاہر ہے۔لوگوں کی نماز کے لیے قبلہ ہے اور حج کے لیے طواف کا مقام ہے اس مقدس اور بابرکت مقام میں اللہ تعالیٰ نے امیر المؤمنین علی المرتضیٰ شیر خدا کو پیدا فرمایا چنانچہ روایات میں آتا ہے کہ جب فاطمہ بنت اسد کعبہ کے طواف میں مصروف تھیں تو آپ کو دردِ زہ کی خفیف سی تکلیف محسوس ہوئی تو آپ بہت پریشان ہو گئیں کیونکہ سوائے کعبہ معظمہ کے کوئی قریبی مقام پر باپردہ جگہ موجود نہیں تھی آپ اس اضطراب کے عالم میں متفکر ہی تھیں کہ یکدم کعبۃ اللہ کی دیوار خود بخود شق ہو گئی اور آپ یہ امر غیبی تصور کر کے کعبہ کے اندر تشریف لے گئیں تو حضرت علی شیر خدا پیدا ہوئے۔

بعض روایات میں ہے کہ فاطمہ بنت اسد جب کعبہ کے طواف کے لیے تشریف لائیں تو آپ کے ساتھ حضرت ابوطالب بھی تھے چنانچہ ان سے فاطمہ بنت اسد نے اپنی حالت کا ذکر کیا تو وہ آپ کو کعبہ کے اندر لے گئے اور خود باہر تشریف لے آئے تو حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم پیدا ہوئے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی المتوفی ۱۱۷۶ھ لکھتے ہیں:

کعبہ میں پیدا ہوئے یہ تواتر سے ثابت ہے۔

علامہ مؤمن شبلنجی المتوفی ۱۲۹۰ھ لکھتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ بیت الحرام میں پیدا ہوئے۔ (ازالۃ الخفا صفحہ ۲۵۱ جلد ۲، نور الابصار صفحہ ۱۳۵)

علامہ مسعودی المتوفی ۳۴۶ھ لکھتے ہیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کعبہ کے اندر پیدا ہوئے تھے۔ (مروج الذہب صفحہ ۳۸۵، جلد: ۲)

علامہ عبدالرحمان جامی المتوفی ۸۹۸ھ لکھتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ولادت کعبہ شریف میں ہوئی۔ (شواہد النبوت صفحہ ۲۸۰)

علامہ شبلنجی المتوفی ۱۲۹۰ھ، علامہ نور الدین علی بن محمد الصباغ المالکی المکی المتوفی ۸۵۵ھ سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ علی بیت الحرام میں جمعہ کے دن تیرھویں رجب کو پیدا ہوئے۔

ولم یولد فی البیت الحرام قبلہ احد۔

ترجمہ: اور بیت الحرام میں علی سے پہلے کوئی پیدا نہیں ہوا۔

ولادت

آپ کا اسم گرامی علی ہے اور کنیت ابوالحسن اور ابوتراب ہے اور لقب حیدر ہے

حضرت ابوطالب آپ کے والد ماجد تھے اور والدہ ماجدہ کا نام فاطمہ بنت اسد بن ہاشم بن عبد مناف ہے آپ باپ اور ماں کی جانب سے ہاشمی ہیں آپ کا سلسلہ نسب یہ ہے:

علی بن ابی طالب بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر (قریش) بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔

اب ہم عظیم محقق فاضل جامع ازھر علامہ پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ کی مایہ ناز کتاب "ضیاء النبی" سے حضرت ابوطالب کے حالات و ایمان کے بارے میں انہوں نے جو تحقیق فرمائی ہے اس سے چند اقتباسات ذکر کرتے ہیں۔ قارئین ملاحظہ کریں۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ

جناب ابوطالب کثیر العیال تھے اپنے دوسرے بھائیوں کی طرح خوش حال نہ تھے مکہ میں قحط پڑا، اس سے ان کی مالی حالت اور زیادہ کمزور ہوگئی، رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آپ کی یہ تکلیف دیکھی نہ جا سکی حضور اپنے چچا حضرت عباس کے پاس گئے اور انہیں اس بات کی ترغیب دی کہ ہمیں مل کر جناب ابوطالب کا بوجھ بانٹ لینا چاہیے ان کا ایک بیٹا میں لے لیتا ہوں اس کی کفالت میں کروں گا ایک لڑکا آپ لے لیں اور اس کی کفالت آپ اپنے ذمہ لے لیں اس طرح ان کا بوجھ ہلکا ہو جائے گا چنانچہ دونوں جناب ابوطالب کے پاس گئے اور اپنی آمد کا مقصد بتایا۔ حضرت ابوطالب کے چار بیٹے تھے وہ سب ایک دوسرے سے دس دس سال چھوٹے تھے۔ طالب، عقیل، جعفر، علی۔

انہوں نے کہا کہ عقیل اور طالب کو آپ میرے پاس رہنے دیں اور باقی بچوں کے بارے میں جو آپ لوگوں کی مرضی ہو کریں۔ چنانچہ حضرت علی کو جو سب سے کمسن تھے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی کفالت میں لے لیا اور جعفر کو حضرت عباس اپنے

ساتھ لے گئے، اس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت علی کو اعلانِ نبوت سے پہلے ہی آغوشِ نبوت میں پہنچا دیا تاکہ یہ قطرہ صرف احمدی پرورش پا کر درشہوار بنے اپنے علمی اور روحانی انوارِ ساطعہ سے تاقیامت اکنافِ عالم کو منور اور روشن کرتا رہے۔

آپ کی والدہ حضرت فاطمہ بنت اسد فرماتی ہیں کہ جب میرا یہ بچہ پیدا ہوا تو نبی کریم ﷺ نے اس کا نام علی رکھا اور اس کے منہ میں اپنا لعاب دہن ڈالا اور اپنی زبان اس مولود مسعود کو چوسنے کے لیے اس کے منہ میں ڈالی جسے یہ بچہ چوستا رہا۔ یہاں تک کہ سو گیا۔ (ضیاء النبی بحوالہ السیرۃ النبویہ احمد بن زینی دحلان صفحہ ۲۳۰)

حضرت ابوطالب کی قبیلہ قریش کو وصیت

حضرت ابوطالب کی زندگی کے آخری لمحات ہیں آپ کے قبیلہ کے سرکردہ لوگ اکٹھے ہیں اس وقت آپ نے ان سب کو ایک وصیت کی جس سے آپ کی اولوالعزمی بالغ نظری حکمت و دانائی کے ساتھ ساتھ آپ کی شان فصاحت و بلاغت کے جلوے بھی نظر آتے ہیں جس کی اہمیت اور افادیت کے پیش نظر اس کا لفظی ترجمہ پیش خدمت ہے۔ آپ نے سب کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

> "اے گروہِ قریش! تمہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق سے چُن لیا ہے تم سارے عرب کا دل ہو یہ اچھی طرح جان لو کہ تم نے تمام اچھی صفات اپنے اندر جمع کر لی ہیں شرف و عزت کے تمام مدارج تم نے پا لیے ہیں انہیں گوناگوں خوبیوں کی وجہ سے تمہیں دوسری قوموں پر برتری حاصل ہوئی۔ میں تمہیں اس مکان (بیت اللہ شریف) کی تعظیم کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ اسی میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ہے اور اسی پر تمہاری معاش کا دارو مدار ہے

اور اسی سے تمہارا دبدبہ قائم ہے، قریبی رشتہ داروں سے صلہ رحمی
کرنا قطع رحمی سے باز رہنا کیونکہ صلہ رحمی سے زندگی طویل ہوتی
ہے اور دوستوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا ہے، بغاوت سرکشی کو
ترک کر دینا کیونکہ اسی وجہ سے پہلی قومیں ہلاک ہوئیں، جو
دعوت دے اسے قبول کر لینا سائل کو خالی نہ لوٹانا کیونکہ اسی میں
زندگی اور موت کی عزت ہے۔ سچ بولنا، امانت میں خیانت نہ کرنا
ان خوبیوں کی وجہ سے خواص کے دلوں میں محبت پیدا ہوتی ہے
اور عوام کے دلوں میں عزت، میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ محمد
(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ بھلائی کرنا کیونکہ سارے قبیلہ قریش میں وہ
الامین کے لقب سے ملقب ہے اور سارے اہلِ عرب اسے
الصدیق کہتے ہیں جن خصائل حمیدہ کی میں نے تمہیں وصیت کی
ہے وہ ان تمام کا جامع ہے، بخدا میں دیکھ رہا ہوں کہ عرب کے
مفلسوں اور ناداروں نے دور دراز علاقوں میں رہنے والوں نے
کمزور اور ضعیف لوگوں نے اس کی دعوت کو قبول کر لیا ہے اس
کے دین کی تعظیم کی ہے گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ اس کی برکت
سے وہ لوگ قریش کے سردار بن گئے ہیں اور قریش کے سردار
پیچھے رہ گئے ہیں ان کے محلات غیر آباد ہو گئے ہیں عرب کے
سارے باشندے ان کے ساتھ دل سے محبت کرنے لگے ہیں
اپنے دلوں کو اس کی محبت وعقیدت کے لیے انہوں نے مخصوص
کر دیا ہے اور اپنی زمام قیادت اس کے ہاتھ میں دے دی
ہے۔ اے گروہِ قریش اپنے باپ کے بیٹے کے مددگار اور

دوست بن جاؤ۔ جنگوں میں اس کے حامی اور ناصر بن جاؤ، خدا کی
قسم جو شخص اس کی راہ پر چلے گا ہدایت پا جائے گا اور جو اس کے
دین ہدایت کو قبول کرلے گا وہ نیک بخت اور بلند اقبال بن
جائے گا اگر میری زندگی میں کچھ گنجائش ہوتی اور میری موت میں
کچھ تاخیر ہوتی تو میں ساری جنگوں میں اس کی کفایت کرتا، اور
تمام آلام ومصائب میں اس کا دفاع کرتا۔"
اس وصیت کے بعد آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کرگئی۔

حضرت ابوطالب کا ایمان

حضرت ابوطالب نے عمر بھر اپنی جان سے عزیز بھتیجے کی خدمات جس وفاشعاری سے سرانجام دیں اس کی نظیر ڈھونڈنے سے بھی ملنی مشکل ہے اعلانِ نبوت کے بعد سرکارِ دوعالم کو جن خارہ گداز مصائب وآلام کا سامنا کرنا پڑا ان میں آپ نے حضور کو کبھی تنہا نہیں چھوڑا ساری قوم کی مخالفت اور عداوت مول لی لیکن حضور کی رفاقت سے منہ نہیں موڑا اپنا اثرورسوخ اپنا مال ومتاع، اپنے اہل وعیال سب کو حضور کے دفاع کے لیے وقف کردیا۔ شعب ابی طالب کی طویل اور روح فرسا تنہائی میں ساری مشکلات کا مردانہ وار مقابلہ کیا ہر قدم پر حضور کا ساتھ دیا ہر نازک سے نازک مرحلہ پر دشمنوں کے ہر وار کے سامنے سینہ تان کر کھڑے ہو گئے اپنے خطبات میں حضور کی مدحت سرائی کرتے رہے۔ طویل قصیدے لکھے جن میں آج بھی ہاشمی ومطلبی فصاحت کے انوار دمک رہے ہیں ان قصائد میں ایسے اشعار موزوں کیے جنہوں نے بلغاء عرب اور فصحاء حجاز کو دم بخود کردیا۔ ان تمام قصائد میں حضور کی تعریف وتوصیف کے ایسے سچے موتی پروئے جن کی چمک کے سامنے آسمان کے ستارے خجل ہیں۔ محبت وعقیدت کے

پھولوں سے ایسے گلدستے تیار کیے جن کی مہک سے آج بھی مشامِ جان معطر ہو رہی ہے جن کی نظر افروز رنگت آج بھی آنکھوں کو ضیاء بخش رہی ہے ان کے سارے کلام میں کہیں بت پرستی اور بت پرستوں کی ستائش نام کی کوئی چیز نہیں وہ اپنی عملی زندگی میں اسلام دشمن طاغوتی قوتوں کے سامنے ہمیشہ ایک چٹان بن کر کھڑے رہے۔ جب آپ بستر مرگ پر پیک اجل کا انتظار کر رہے تھے۔ اہلِ مکہ کا ایک وفد حاضر ہو کر گزارش کرتا رہا۔ ہمارے درمیان اور اپنے بھتیجے کے درمیان مصالحت کرا دیجئے۔ مصالحت کے لیے حضور انہیں کلمہ شہادت پڑھنے کی دعوت دیتے ہیں۔ وہ برافروختہ ہو کر چلے جاتے ہیں۔ ابوطالب حضور کی اس دعوت کے بارے میں اپنی زندگی کے آخری لمحات میں یوں اظہار فرماتے ہیں:

وَاللهِ مَا رَئَيتكَ سَأَلْتَهُمْ شَطَطًا۔

اور دمِ واپسیں سے پہلے اپنے قبیلہ کے افراد کو جو آپ نے آخری وصیت کی ہے اس کا مطالعہ ابھی آپ کر چکے ہیں صرف اسی جملہ پر ایک نظر ڈال لیجیے:

يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ اِبْنُ اَبِيْكُمْ كُوْنُوْ لَهٗ وُلَاةً وَ بِحَرْبِهٖ حِمَاةً۔ وَاللهِ لَا يَسْئَلُكَ اَحَدٌ مِنْكُمْ سَبِيْلَهٗ اِلَّا رُشَدَ وَلَا يَأْخُذُ اَحَدٌ بِهَدْيِهٖ اِلَّا سَعِدَ۔

ترجمہ: اے گروہِ قریش! یہ تمہارے باپ کے بیٹے ہیں ان کے دوست بن جاؤ جنگوں میں ان کے حامی بن جاؤ۔ بخدا تم میں سے جو شخص ان کے راستہ پر چلے گا ہدایت پائے گا اور جو شخص ان کی ہدایت کو قبول کرے گا وہ سعادت مند ہو جائے گا۔

اس کے لیے آپ کے بے شمار اشعار ہیں مندرجہ ذیل چند شعر پڑھیے اور

کہنے والے کے ایمان کے بارے میں فیصلہ کرنے میں آپ کو آسانی ہو گی۔

الم تعلموا انا وجدنا محمدا

نبیا کموسی خط فی اول الکتب

ترجمہ: کیا تم نہیں جانتے کہ ہم نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو موسیٰ کی طرح نبی پایا اور یہ بات پہلی کتابوں میں لکھی گئی تھی۔

فلسنا و رب البیت نسلم احمدا

لعزا من عض الزمان ولا کرب

ترجمہ: اس گھر کے رب کی قسم ہم وہ لوگ نہیں ہیں کہ احمد کو تمہارے حوالے کر دیں زمانے کی شدتوں اور تکلیفوں سے تنگ آ کر۔

اور ایک قصیدہ میں شانِ محمدی کو یوں اپنی کوثر و سلسبیل سے دھلی ہوئی زبان میں بیان فرماتے ہیں:

وابیض یستسقی الغمام بوجهه

ثمال الیتامی و عصمة للارامل

ترجمہ: وہ روشن چہرے والے جن کے چہرے کے وسیلہ سے بادل طلب کیا جاتا ہے۔ جو یتیموں کی پناہ گاہ اور بیواؤں کی آبرو ہے۔

وہ ہستی جس کا کردار اسلام اور پیغمبر اسلام کے بارے میں یہ تھا اور جس کا منظوم کلام اس قسم کے دُر ہائے شہوار سے بھرا ہوا ہے ایسی ہستی پر کفر و شرک کا الزام لگانا بڑا کٹھن کام ہے۔ علامۃ العصر امام محمد ابو زہرہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی سیرت کی نادرہ روزگار کتاب ”خاتم النبیین“ میں اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔ میں ان کی اس تصنیف لطیف کے ایک اقتباس کا ترجمہ ہدیہ قارئین کرتا ہوں۔ شاید اس موضوع پر شک و شبہ کی

جو گرد پڑی ہوئی ہے وہ چھٹ جائے اور حقیقت کا رُخ زیبا بے حجاب ہو جائے اس موضوع پر تفصیل سے بحث کرنے کے بعد اس کا خلاصہ یوں تحریر فرماتے ہیں کہ اس بحث سے ہم تین نتائج تک پہنچے ہیں۔ان میں سے دو مسلم ہیں اور تیسرا محل نظر ہے۔ پہلا نتیجہ تو یہ ہے کہ ابوطالب اسلام کے حامی تھے نبی کریم ﷺ اور مسلمانوں کا دفاع کیا کرتے تو اپنے اشعار میں انہوں نے حضور کی دعوت کی جو مدح و ثنا کی ہے ذات رسالت کے لیے اور صحابہ کرام کے لیے جس محبت اور پیار اور شفقت کا اظہار کیا ہے اور مخالفین کی کذب بیانیوں کی جس شدومد سے تردید کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ حضور صادق ہیں راشد ہیں یعنی حضور سچے ہیں اور راہِ ہدایت پر ہیں، دوسرا مسلمہ نتیجہ یہ ہے کہ جب موت کا وقت قریب آیا تو انہوں نے حضور ﷺ کے اس مطالبہ کی صفائی پیش کی کہ جو آپ نے مشرکین کہ سے کیا تھا اور دعوت محمدی کے بعد یہ کہیں معلوم نہیں کہ آپ نے بتوں کی توصیف کی ہو ساری زندگی حضور کی معیت میں اذیتیں برداشت کرتے رہے اس کے ساتھ اس پاکیزہ محبت اور اس شفقت طاہرہ کو بھی ملحوظ رکھتے جو انہیں ذات پاک نبی کریم ﷺ سے تھی۔ تیسرا نتیجہ جو محل نظر ہے وہ یہ ہے کہ کیا آپ نے اپنی زبان کلمہ لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ پڑھا، بے شک ایک روایت ایسی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ نے اپنی زبان سے یہ کلمہ پڑھا یہ وہی روایت ہے جس کے راوی حضرت عباس ہیں، بعض لوگوں نے اپنی حد سے تجاوز کرتے ہوئے حضرت عباس کے مقام رفیع پر کیچڑ اچھالنے کی کوشش کی ہے ان کا مقصد ہی ہے کہ وہ حضرت عباس کو جھوٹ سے متہم کرنا چاہتے ہیں، ہم اللہ تعالیٰ سے اس بات کی پناہ مانگتے ہیں کہ آپ کی ذات کی طرف جھوٹ کی نسبت کریں خواہ اسلام سے پہلے ہی ہو کیونکہ آپ خاندان قریش کے سرتاج اور

سردار تھے اور ایک عام عربی بھی جھوٹ نہیں بولتا تھا کیا آپ نے امام بخاری کی وہ روایت نہیں پڑھی جس میں ہرقل نے ابوسفیان کو اپنے دربار میں طلب کیا تاکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں چند استفسارات کرے۔ابوسفیان کہتا ہے میں نے بہت چاہا کہ آج موقع ہے میں سچ کے بجائے جھوٹ بولوں تاکہ ہرقل کی عقیدت حضور سے ختم ہو جائے لیکن اس خوف سے میں نے سچے جواب دیئے کہ کہیں اہلِ عرب مجھے جھوٹا نہ کہنے لگیں اگر ابوسفیان جیسا آدمی جھوٹ بولنے کی جسارت نہیں کرسکتا تو حضرت عباس جیسی ہستی جو ہاشمی خاندان کا سرتاج اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا محترم چچا ہے کیا اس کے بارے میں یہ خیال کیا جاسکتا ہے کہ اس نے غلط بیانی سے کام لیا۔

امام ابوزہرہ یہاں علامہ ابن کثیر کی ایک رائے نقل کرتے ہیں اور پھر اس کا جواب دیتے ہیں۔علامہ ابن کثیر کہتے ہیں:

وھو فی ھذا کلہ یعلم ان رسول اللہ ﷺ صادق راشد ولکن مع ھذا لم یومن قلبہ و فرق بین علم القلب و تصدیقہ۔

ترجمہ: ابوطالب ان تمام امور میں یہ جانتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم صادق ہیں راشد ہیں لیکن اس کے باوجود آپ کا دل ایمان نہیں لایا تھا اور دل کے جاننے اور ماننے میں فرق ہے۔

علامہ ابن کثیر کے قول کی وضاحت کرتے ہوئے شیخ ابوزھرہ لکھتے ہیں: گویا ابن کثیر ابوطالب کے علم کو یہودیوں کے علم کے ساتھ تشبیہ دے رہے ہیں یعرفونہ کما یعرفون ابناءھم کہ یہودی حضور کو پہچانتے ہیں جس طرح وہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں لیکن اس کے باوجود وہ ایمان نہیں لائے تھے۔شیخ فرماتے ہیں کہ میں

اس بات کی اجازت چاہتا ہوں کہ حافظ ابن کثیر کے اس خیال کی مخالفت کروں اور یہود کے علم کو جس طرح انہوں نے حضرت ابوطالب پر منطبق کیا ہے اس کی تردید کروں میں کہتا ہوں کہ ابوطالب کے علم میں اور یہود کے علم میں زمین آسمان کا فرق ہے، ابوطالب کا علم ایسا ہے جس کے ساتھ تصدیق اور یقین پایا جاتا ہے اور آپ کی ساری زندگی اور آپ کے سارے قصیدے اس بات کی تائید کرتے ہیں اس لیے میں یہ کہتا ہوں: انه لا یمکن ان یکون مشرکا قط کہ حضرت ابوطالب کا مشرک ہونا ممکن نہیں ہے اس کی پہلی دلیل یہ ہے کہ آپ نے قریش کے اقوال کو مسترد کیا اور دعوتِ توحید کی تائید کی۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ آپ نے ساری عمر توحید اور اہلِ توحید کا دفاع کیا اور اس راستہ میں جتنی اذیتیں مسلمانوں نے برداشت کیں اتنی اذیتیں ابوطالب نے برداشت کیں، تیسری وجہ یہ ہے کہ انہوں نے صراحت سے یہ کہا کہ محمد ﷺ صادق اور راشد ہیں اور اس بحث کے آخری پیرایہ میں فرماتے ہیں اب تک ہم نے جو لکھا ہے اس سے یہ مستنبط ہوتا ہے کہ آپ ہرگز مشرک نہ تھے کیونکہ مشرک وہ ہوتا ہے جو بتوں کی عبادت کرے اور انہیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک بنائے اور آپ کی ساری زندگی اس بات کی شاہد عادل ہے کہ آپ بتوں اور ان کی پرستش کو باطل اور لغو سمجھتے تھے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ ھو العلیم بذات الصدور وما تخفی الانفس۔ لیکن اگر کسی کے نزدیک دوسری روایتیں اس روایت سے زیادہ قابل اعتبار ہوں تب بھی اسے آپ کے حق میں کوئی ناشائستہ بات کہنے سے احتراز کرنا چاہیے آپ کی بے نظیر خدمات کا یہ معاوضہ ہماری طرف سے نہیں دیا جانا چاہیے کہ ہم منبروں پر کھڑے ہو کر اپنا سارا زور بیان ان کو کافر ثابت کرنے اور ان کو کافر کہنے اور کہتے چلے جانے پر ہی صرف کرتے رہیں اس سے بڑھ کر ناشکری اور احسان فراموشی کی کوئی

مثال پیش نہیں کی جا سکتی۔ چنانچہ علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

مسئلة اسلامه خلافية ثم انه على القول بعدم اسلامه لا ينبغي سبه التكلم فيه بفضول الكلام فان ذالك مما يتاذى به العلويون بل لا يبعد ان يكون مما يتاذى به النبي ﷺ الذى نطقت الآية بناء على هذه الروايات بحبه اياه والاحتياط لا يخفى على ذى فهم۔

حضرت ابوطالب کے ایمان کا مسئلہ اختلافی مسئلہ ہے اور جو لوگ آپ کے ایمان کے قائل نہیں انہیں بھی یہ مناسب نہیں کہ اپنی زبان پر کوئی ناروا جملہ لے آئیں کیونکہ اس سے حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کی اولاد کو اذیت پہنچتی ہے اور کوئی بعید نہیں کہ حضور سرور عالم کا دل مبارک بھی رنجیدہ ہوتا ہو ہر عقلمند آدمی جانتا ہے کہ ایسے نازک مقامات پر احتیاط سے کام لینا چاہیے۔

(ضیاء النبی صفحہ ۴۲۱ تا ۴۲۲ بحوالہ سبل الھدیٰ والرشاد صفحہ ۵۶۵، روح المعانی صفحہ ۲۰ سورۃ قصص آیت: ۵۵)

اس سے یہ ظاہراً ثابت ہوا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی اولاد کو اذیت و تکلیف پہنچانا سخت ممنوع ہے۔ نور الابصار میں ہے کہ حضرت شیخ ابراہیم متبولی رضی اللہ عنہ کے پاس جب کوئی سید آتا تو اس سے نہایت انکساری و عاجزی سے پیش آتے اور فرماتے:

انه بضعة من رسول الله ﷺ و يقول من اذى شريفًا فقد اذى رسول الله ﷺ۔

کہ یہ سید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جزء اور حصہ ہے اور جو سید کو تکلیف و اذیت پہنچاتا ہے اس نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اذیت اور تکلیف پہنچائی ہے۔ (نور الابصار صفحہ: ۲۰۳)

اور جو آلِ محمد کے ساتھ بغض و عناد رکھتا ہے وہ ناصبی اور خارجی ہے۔ اہل السنت والجماعت سے نہیں بلکہ اہل السنت والجماعت وہ ہے جو آلِ محمد سے محبت رکھتا ہے۔(نورالابصار صفحہ:۱۹۹)

اہل السنت والجماعت کے لیے ضروری ہے کہ وہ حضرت علی اور اولادِ علی کی عزت کریں۔

مولوی محمد اسلم بندیالوی، سلطانی نقشبندی کے بارے میں

رب اعوذبك من همزات الشياطين و اعوذبك رب ان يحضرون.

یہ مولوی محمد اسلم بندیالوی، سلطانی، نقشبندی دینی معاملات میں نہایت بددیانت ہے۔ بہت بڑا جھوٹا اور کاذب ہے اس نے اپنی کتاب ''افضلیت'' میں لکھا ہے کہ مفتی غلام رسول نے برطانیہ میں کئی جلسوں میں زوردار طریقوں سے افضلیت علی المرتضیٰ علیٰ ابی بکر الصدیق بیان کی ہے۔(افضلیت صفحہ:۱۸۱)

یہ اس کی صریح کذب بیانی ہے میں نے کسی جلسہ یا کسی تقریب میں کبھی بھی یہ نہیں کہا کہ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں اور میں نے تقریباً چالیس سے زائد کتابیں لکھی ہیں کسی کتاب میں تحریر نہیں کیا کہ حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں یہ اس نے کذب بیانی اور افتراء باندھا ہے۔ یہ لکھ کر آگے خود کئی احتمالات وضع کرتا ہے جو تمام باطل اور لغو ہیں علاوہ ازیں حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا کرم اللہ وجہہ کے مناقب و فضائل بیان کرنے سے افضلیت حضرت ابو بکر صدیق و حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی نفی نہیں ہوتی، جو یہ کہے کہ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے فضائل و مناقب بیان کرنے سے حضرات شیخین رضی اللہ عنہما

کی افضلیت کی نفی ہوتی ہے یہ اس کی بے علمی کی دلیل ہے چنانچہ ''مہر منیر'' میں ہے کہ حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو ہریرہ سے مرفوعاً روایت فرمایا ہے کہ آں حضرت نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام میں روح پھونکی تو انہیں عرش معلّٰی کی دائیں جانب پانچ انوار رکوع وسجود میں مصروف نظر آئے۔آپ کے استفسار پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ تیری اولاد کے پانچ افراد ہیں اگر یہ نہ ہوتے تو میں جنت، دوزخ، عرش، کرسی، آسمان، زمین، فرشتے، انسان، جن وغیرہ کو پیدا نہ کرتا تمہیں جب کوئی حاجت پیش آئے تو ان کے واسطے سے سوال کرنا۔(ارجح المطالب صفحہ ۴۶۱)

اس حدیث کو امام ابوالقاسم، رافعی وغیرہ نے نقل کیا ہے، صاحب ارجح المطالب نے امام احمد بن حنبل اور ان کے فرزند عبداللہ اور علامہ ابن عساکر اور محب طبری وغیرہ نے علماء کرام کی کتب کے حوالے سے اس مضمون کی اور بھی کئی احادیث کو نقل کیا ہے جن میں آں حضرت نے فرمایا ہے کہ میں اور علی ایک ہی نور سے پیدا کیے گئے ہیں۔حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے بھی تفسیر عزیزی میں ان کلمات کی تفسیر لکھتے ہوئے جن کے توسل سے حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی۔مذکورہ بالا احادیث کے ہم معنے روایات نقل فرمائی ہیں لیکن یہ خیال رہے کہ جیسے کہ شرح العقائد و نبراس میں تحریر ہے کہ حضرت علی کے یہ فضائل مسئلہ افضلیت شیخین کے منافی نہیں ہیں ان سے حضرات شیخین کی فضیلت میں کسی طرح کی کمی واقع نہیں ہوتی ہے۔(مہر منیر صفحہ ۲۳)

اس سے ظاہر ہے کہ اگر حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا کرم اللہ وجہہ کے فضائل بیان کیے جائیں تو اس سے حضرات شیخین، حضرت ابوبکر صدیق و حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی فضیلت کے منافی نہیں ہیں اور نہ ہی حضرت علی شیر خدا کی فضیلت بیان کرنے سے حضرت ابوبکر صدیق و حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی فضیلت میں کوئی کمی واقع ہوتی ہے۔

منافاۃ تو تب لازم آئے جبکہ حضرت ابو بکر صدیق وعمر فاروق رضی اللہ عنہما کی فضیلت کا انکار کیا جائے جب انکار نہیں ہے تو پھر حضرت علی المرتضیٰ کے فضائل ومناقب بیان کرنے سے حضرات شیخین کی فضیلت میں کسی قسم کی کمی واقع نہیں ہوتی جو آدمی یہ سمجھتا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا کے فضائل بیان کرنے سے حضرت ابو بکر صدیق وحضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی شان مبارک میں کوئی فرق پڑتا ہے تو وہ اپنی بے علمی کا واضح ثبوت پیش کرتا ہے۔حضرت علی کی فضیلت بیان کرنے سے حضرت ابو بکر صدیق وحضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی فضیلت میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔

اب ہم اس بندیالوی، سلطانی نقشبندی سے یہ دریافت کرتے ہیں کہ اس نے اپنے لیے متعدد لقب بنا رکھے ہیں چنانچہ بندیالوی، سلطانی، صدیقی، نقشبندی، مجددی، قادری، پیر صاحب یہ تمام القاب ہیں ان تمام میں مابہ الاشتراک کیا ہے اور مابہ الامتیاز کیا ہے؟ مابہ الاشتراک اور مابہ الامتیاز کا ایک جگہ جمع ہونا محال ہے اور اس اجتماع سے جو استحالہ لازم آتا ہے اس استحالہ کے نام میں صاحب حکمۃ الاشراق اور علامہ شیرازی نے اختلاف کیا ہے بعض مناطقہ نے صاحب حکمۃ الاشراق کے قول کو راجح کہا ہے اور بعض نے علامہ شیرازی کے قول کو ترجیح دی ہے۔فاضل سیالکوٹی نے ان کے درمیان محاکمہ کیا ہے۔بندیالوی سلطانی جب اپنے کو متعدد القابات سے ملقب کرتا ہے تو استحالہ مذکورہ میں راجح اور مرجوح قول کا نیز فاضل سیالکوٹی کے محاکمہ کے متعلق ذکر کرے اور فاضل سیالکوٹی نے مابہ الاشتراک کے وجود کے بارے میں بحث کی ہے۔

دوسرا سوال

بندیالوی سلطانی سے سوال ہے کہ وجود کے اقسام ستہ (وجود فی نفسہ، وجود لنفسہ وجود بنفسہ، وجود فی غیرہ وجود لغیرہ وجود بغیرہ) میں سے کون سا وجود مابہ

الاشتراک میں ہے اور مابہ الامتیاز میں وجود محمولی ہے یا وجود رابطی ہے؟

تیسرا سوال

نیز ان متعدد القاب کے بارے میں یہ بھی بتائے ان میں سے انواع اور اصناف کیا کیا ہیں اور ان میں سے جزئیات کیا ہیں اور افراد کیا ہیں اور حصص اور اشخاص کیا ہیں اور جزئیات میں مختلفہ الحقائق ہیں یا متفقہ الحقائق بھی ہیں؟ جزئیات اور افراد میں فرق کی وضاحت کرے اور یہ بھی بتائے کہ حصہ میں کتنے مذاہب ہیں اور جن کتابوں سے یہ فرق نقل کرے ان کے حوالہ جات بمعہ صفحات درج کرے اور ان القاب مذکورہ کے مفاہیم معقولات کی قسم سے تعلق رکھتے ہیں کیا ان کا تعلق معقولات اولیٰ سے یا معقولات ثانیہ سے یا معقولات ثالثہ سے یا معقولات رابعہ سے ہے ان میں اجزاء ذہنیہ کون ہیں اور اجزاء خارجیہ کون ہیں مادہ اور ہیولیٰ صورت کن اجزاء سے ہے اگر ان کی حیثیت ھیولیٰ کی ہو تو القاب مذکورہ مزید صفات کے قابل کب ہوں گے کیا ان پر صفت اتصال و انفصال طاری ہو سکتی ہے یا نہیں اور اتصال و انفصال کے درمیان کون سا تقابل ہے اور ان القاب مذکورہ میں صفت اتصال و انفصال کے قابل جسم تعلیمی ہوگا یا کوئی اور ہوگا؟

چوتھا سوال

اور بندیالوی سلطانی سے یہ بھی سوال ہے کہ ملّا جامی نے شرح جامی میں حاصل محصول کی جو بحث کی ہے اس کی اصل غرض پر فاضل سیالکوٹی نے پانچ نقض پیش کیے ہیں جن میں سے تین نقض اجمالی ہیں اور دو نقض تفصیلی ہیں پھر ان کا حل بھی بیان کیا ہے اس حل پر استاذ شیخ الجامعہ نے پانچ اعتراض کیے ہیں اب بندیالوی سلطانی سے

سوال یہ ہے کہ وہ پہلے حاصل محصول کی اصلی غرض بیان کرے پھر اس پر فاضل سیالکوٹی
کے پانچ نقض ذکر کرے اور ساتھ ہی ان کا حل اجمالی اور تفصیلی بیان کرے پھر ان پانچ
اعتراضات کا تذکرہ کرے جو حضرت شیخ الجامعہ نے بیان کیے ہیں اور ان کو بمعہ حوالہ
جات ذکر کرے اور اپنے حواریوں کے در دولت پر حاضر ہو کر ان کے دروازے کی
بار بار تقبیل کرے اور ان کے پاؤں کے تلوے چاٹے تاکہ وہ ان سوالات کے جواب
دینے پر اس کی مدد اور معاونت کریں جنہوں نے اپنی سیاہ کاری کی وجہ سے اس کی
کتاب کو زینت بخشی ہے۔اور بڑے بڑے خودساختہ القاب کے ساتھ تقریظیں تحریر کی
ہیں۔ بہرصورت ان امور اور سوالات کے جواب دینے کے بعد ہی مولوی محمد اسلم
اپنے کو قادری، نقشبندی، مجددی نام نہاد پیر وغیرہ کہلانے کا مستحق ہوگا ورنہ ان القاب
کے ساتھ ملقب ہونا اس کی کذب بیانی وافتراء ہے اور افتراء کرنے والے کے بارے
میں امام ربانی، مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ مکتوبات میں فرماتے ہیں کہ افتراء بری صفات
میں بدترین صفت ہے اور رذائل اخلاق میں سے بہت رذیل صفت ہے جو کہ جھوٹ کو
متضمن ہے چونکہ یہ تمام دینوں میں گناہ اور حرام ہے اور اس میں مومن کی ایذا بھی ہے
جس کی نسبت بہتان وافترا کیا ہے اور مومن کو ایذا دینا حرام ہے اور فساد فی الارض کو
مستلزم ہے جو کہ قرآن کی نص سے ممنوع و محذور و حرام و مستنکر ہے۔

(مکتوبات حصہ ہشتم، دفتر سوم صفحہ ۷۱ ۱۳ و صفحہ ۱۲۵)

مولوی محمد اسلم بندیالوی سلطانی جو نقشبندی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اس کو
امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مکتوب غور وفکر کے ساتھ بار بار پڑھنا چاہیے تاکہ اس
کو معلوم ہو کہ جو جھوٹ بولتا ہے اور افتراء کرتا ہے، امام ربانی مجدد الف ثانی کے ارشاد
کے مطابق اس میں بدترین صفات پائے جاتے ہیں کیونکہ افتراء تمام صفات سے

بدترین صفت ہے یہ جھوٹ ہے جو کہ تمام ادیان اور مذاہب میں گناہ اور حرام ہے اور یہ افتراء کرنے والا اہلِ ایمان کو ایذا اور تکلیف پہنچاتا ہے اور اہلِ ایمان کو تکلیف دینا حرام ہے اور یہ افترا کرنے والا اللہ کی زمین میں فساد اور شرارتیں کرتا ہے اور فساد کرنا قرآن پاک کی نص سے ممنوع ہے اور افترا کرنے والا نہایت ناپسندیدہ شخصیت ہے۔اب معلوم ہوا کہ جو جھوٹ بولتا ہے اور افترا باندھتا ہے اس میں بدترین خصلتیں اور عادتیں پائی جاتی ہیں اس سلطانی، بندیالوی، نقشبندی اور نام نہاد پیر کو شرم وحیا چاہیے کہ اس نے اپنی کتاب میں یہ کیوں جھوٹ اور افترا کیا ہے علامہ ابن خلدون نے اپنی معتبر تاریخ میں بڑی سچی بات لکھی ہے وہ لکھتے ہیں کہ جو شخص لوگوں کے عیب ظاہر کرنے کی کوشش کرتا ہے وہ تمام عیب خود اس کی ذات میں پائے جاتے ہیں ان کا لوگوں کی طرف نسبت کر کے اظہار کرنا گویا یہ ظاہر کرنا ہے کہ یہ عیب اس کی ذات میں موجود ہیں یہ بندیالوی سلطانی ہر آدمی کی طرف رفض اور تشیع کی نسبت کرتا ہے جس سے لوگوں کو بتانا ہے کہ خود اس میں خوارج اور نواصب کے قبیح عادات پائے جاتے ہیں۔ چنانچہ یہ قولاً، فعلاً، عملاً اور عقیدۃً خارجی اور ناصبی ہے یہ طویل للسان اور لمبی زبان والا ہے اور یہ اپنی طویل اور لمبی زباں ہر طرف نکالتا ہے کسی کو شیعہ کہتا ہے اور کسی کو رافضی کہتا ہے چنانچہ علامہ برخوردار ملتانی رحمۃ اللہ علیہ جو کہ اہل سنت والجماعت کے ایک عظیم جید اور جلیل القدر عالم ہوئے ہیں انہوں نے نبراس کے حواشی لکھتے ہیں اور ان حواشی میں جو صاحب نبراس سے مسامحت ہوئی ہے یا جن روایات کے راویوں پر جرح ہوئی ہے اس کا انہوں نے ذکر کیا ہے اور دلائل حقہ کے ساتھ حق کا اظہار کیا ہے عام علماء اہل سنت شرح عقائد کی شرح نبراس کے ساتھ علامہ برخوردار ملتانی کے حواشی سے بھی استفادہ کرتے ہیں آج تک کسی نے علامہ برخوردار ملتانی کے خلاف گفتگو نہیں کی لیکن یہ بندیالوی

سلطانی نقشبندی اپنی کتاب ''افضلیت'' میں متعدد مقامات پر ان کو رافضی کہتا ہے۔
چنانچہ افضلیت صفحہ ۲۱۵ و ۲۲۲ و ۲۲۴ میں علامہ برخوردار ملتانی کی طرف رفض و شیعت کی نسبت کی ہے اور صفحہ ۲۲۴ میں ان کو صراحتاً رافضی کہا ہے۔ حالانکہ علامہ برخوردار ملتانی اہل سنت والجماعت ہیں، اسی طرح اس نے ''افضلیت'' میں جہاں محدث امام عبدالرزاق کا ذکر کیا ہے التزام سے ان کے نام کے ساتھ شیعہ کا ذکر کیا ہے پھر شیعہ اور رافضی کو مترادف اور متساوی الاقدام کہا ہے گویا کہ امام عبدالرزاق کو شیعہ کہہ کر رافضی بھی کہا ہے حالانکہ امام عبدالرزاق اہل سنت والجماعت کے امام ہیں یہ امام احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین اور دیگر متعدد محدثین کے استاذ ہیں اور امام عبدالرزاق نے ہی تمام سے پہلے حدیث ''نور'' کو ذکر کیا ہے۔ چنانچہ محدث عبدالرزاق المتوفی ۲۱۱ھ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ عنہ المتوفی ۷۸ھ سے روایت کی ہے کہ حضرت جابر نے کہا میں نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ مجھے بتائیے کہ تمام چیزوں سے پہلے اللہ تعالیٰ نے کس کو پیدا فرمایا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے جابر بے شک اللہ نے تمام اشیاء سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا فرمایا پھر یہ نور اللہ تعالیٰ کی مشیت کے موافق جہاں اس نے چاہا سیر کرتا رہا اس وقت نہ لوح تھی نہ قلم، نہ جنت تھی نہ دوزخ تھا نہ فرشتہ تھا نہ آسمان نہ زمین، نہ سورج نہ چاند نہ جن نہ انسان جب اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا کہ مخلوقات کو پیدا کرے تو اس نور کو چار حصوں میں تقسیم کیا، پہلے حصے سے قلم بنایا، دوسرے حصہ سے لوح، تیسرے سے عرش پھر چوتھے حصے کو چار حصوں میں تقسیم کیا تو پہلے حصے سے عرش اٹھانے والے فرشتے اور دوسرے سے کرسی اور تیسرے سے باقی فرشتے پھر چوتھے حصے کو چار حصوں میں تقسیم کیا پہلے سے آسمان دوسرے سے زمین اور تیسرے سے جنت اور دوزخ، پھر چوتھے

حصے کو چار حصوں میں تقسیم کیا تو پہلے سے مومنوں کی آنکھوں کا نور پیدا کیا اور دوسرے سے ان کے دلوں کا نور پیدا کیا جو معرفتِ الٰہی ہے اور تیسرے سے ان کا نورانس پیدا کیا اور وہ توحید ہے جس کا خلاصہ اور نچوڑ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے۔

(زرقانی شرح مواہب لدنیہ صفحہ ۴۶ نشر الطیب صفحہ ۶)

یہ حدیث امام عبدالرزاق نے بیان کی ہے جس سے ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نور اول مخلوقات ہے اور امام عبدالرزاق کا نام عبدالرزاق بن ہمام بن نافع ہے اور آپ کی کنیت ابوبکر ہے۔ یمن کے شہر صنعا کے رہنے والے تھے اور ولاء کے اعتبار سے حمیری کہلاتے ہیں آپ کے شیوخ و اساتذہ میں سے ابن جریج المتوفی ۱۴۹ھ، امام اوزاعی المتوفی ۱۵۷ھ، سفیان ثوری المتوفی ۱۶۱ھ، عبیداللہ بن عمر بن حفص عمری المتوفی ۱۴۹ھ ہیں آپ نے زیادہ تر استفادہ حضرت معمر بن راشد بن عروہ المتوفی ۱۵۴ھ سے کیا۔ سات سال تک حضرت معمر کی خدمت میں رہے زیادہ تر حضرت معمر کی روایات کو یاد رکھنے والے یہی ہیں آپ قرآن و سنت کے بہت بڑے عالم تھے ائمہ ستہ نے اپنی اپنی کتابوں میں ان سے روایات لیے ہیں احمد بن صالح مصری المتوفی ۲۴۵ھ کہتے ہیں۔ میں نے احمد بن حنبل سے پوچھا کہ کیا آپ نے کوئی شخص عبدالرزاق سے بہتر دیکھا ہے۔ انہوں نے فرمایا: نہیں۔ (تہذیب التہذیب صفحہ ۳۱۱، جلد: ۶)

امام عبدالرزاق تیسری صدی ہجری کے پہلے طبقہ سے ہیں اور اسی طبقہ سے مندرجہ ذیل محدثین بھی ہیں، عبداللہ بن سلمہ قعنبی المتوفی ۲۲۱ھ، یحییٰ بن معین المتوفی ۲۳۳ھ، ابوبکر بن ابی شبہ المتوفی ۲۳۵، اسحاق بن راھویہ المتوفی ۲۳۸ھ، امام احمد بن حنبل المتوفی ۲۴۱ھ، عبدالحمید بن حمید المتوفی ۲۴۹ھ، محمد بن اسماعیل بخاری المتوفی ۲۵۶ھ، مسلم بن حجاج المتوفی ۲۶۱ھ، محمد بن یزید بن ماجہ المتوفی ۲۷۳ھ، ابوداؤد

سلیمان بن اشعث المتوفی ۲۷۵ھ، محمد بن عیسیٰ ترمذی المتوفی ۲۷۹ھ، ابوبکر بزار المتوفی ۲۹۲ھ، محمد بن اسماعیل اسماعیلی المتوفی ۲۹۵ھ، اور امام عبدالرزاق کی کتاب ''مصنف'' ہے۔ جس میں حدیث ''نور'' ہے یہ کتب حدیث میں تیسرے طبقہ کی ہے اسی طبقہ میں حافظ احمد بن حسین بیہقی المتوفی ۴۵۸ھ کی سنن اور ابوجعفر طحاوی المتوفی ۳۲۱ھ کی معانی الآثار اور ابوبکر احمد بن محمد المتوفی ۴۲۵ھ کی مسند خوارزمی بھی شامل ہیں۔ امام عبدالرزاق فن حدیث میں ممتاز مقام رکھتے ہیں اور مصنف عبدالرزاق کتب حدیث میں مشہور اور متداول ہے اور امام عبدالرزاق اہل سنت والجماعت ہیں اور مولوی بندیالوی سلطانی بار بار ان کو شیعہ کہتا ہے شیعہ اور رافضی کو مترادف سمجھتا ہے گویا امام عبدالرزاق کو رافضی کہتا ہے یہ خود خارجی اور ناصبی ہے اہل سنت والجماعت کی صفوں میں گھسا ہوا ہے اور اپنے نام کے ساتھ فخریہ طور پر لفظ ''پیر'' کا اضافہ کرتا ہے یہ اس دور میں ان نام نہاد پیروں سے ہے جنہوں نے اس دور میں فقر وسلوک کا حلیہ بگاڑ دیا ہے اور فقر اور پیری کے نام پر گمراہی کا بازار گرم کیا ہوا ہے دنیاوی مفادات اور حصول دولت کے لیے دینی معاملات میں بددیانتی کرتا ہے صاف جھوٹ بولتا ہے اور افتراء کرتا ہے جو کتاب لکھی ہے اس کو ہاتھ میں پکڑ کر لوگوں کو کہتا ہے کہ میں نے اس میں حق سچ لکھا ہے حالانکہ اس میں متعدد مقامات پر دل کھول کر باطل اور جھوٹ لکھا ہے اس نے یہ ساری کارروائی بغض وعناد کی بنا پر کی ہے یہ مجسمہ بغض وعناد ہے:

قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ۚ وَمَا تُخْفِيْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ ؕ

اور یہ بہت بڑا حاسد ہے اس کی تحریر سے حسد مترشح ہے:

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۙ﴿۱﴾ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ۙ﴿۲﴾ وَمِنْ شَرِّ

غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ﴿۳﴾ وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ ﴿۴﴾
وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ﴿۵﴾

اللہ تعالیٰ اس کے بغض وعناد اور حسد کے شر سے اپنی پناہ اور حفاظت میں رکھے۔

نیز یہ بندیالوی سلطانی اپنی کتاب افضلیت صفحہ ٦٦ میں لکھا ہے کہ وہ سادات جو اہل سنت کی صفوں میں بھی ہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی افضلیت علیٰ ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ یا اہلِ بیت اور امام حسین رضی اللہ عنہم کی جزوی افضلیت کے انبیاء کرام علیہم السلام پر کے قائل ہیں وہ حضرت سید السادات سید محمود آلوسی حنفی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی پیروی کریں اور اس عقیدہ کفریہ سے توبہ کریں اور عوام اہل سنت کو گمراہ کرنے سے باز آئیں۔

(افضلیت صفحہ ٦٦)

محمد اسلم بندیالوی سلطانی کا پہلے تو یہ بہت بڑا جھوٹ اور افترا ہے کیونکہ جن سادات کرام کے بارے میں یہ گفتگو کر رہا ہے انہوں نے کبھی نہیں کہا کہ اہلِ بیت اور امام حسین جزوی فضیلت کے لحاظ سے انبیاء کرام علیہم السلام سے افضل ہیں۔

انہوں نے یہ کبھی کہا ہی نہیں تو ان کو کہنا کہ وہ کفریہ عقیدہ سے توبہ کریں۔ یہ محمد اسلم بندیالوی سلطانی ان الفاظ سے کہ کفریہ عقیدہ سے توبہ کریں خود کافر ہوگیا ہے کیونکہ جو کسی مسلمان کو کافر کہے یا کفر کی اس کی طرف نسبت کرے وہ کفر اس کی طرف لوٹتا ہے جس سے وہ خود کافر ہو جاتا ہے۔ چنانچہ احادیث صحیحہ میں موجود ہے:

عن ابن عمر قال قال رسول اللہ ﷺ ایما رجل قال لاخیہ کافر فقد باء بھا۔ (متفق علیہ)

وعن ابی ذر قال قال رسول اللہ ﷺ لا یرمی رجل رجلاً بالفسوق ولا یرمیہ بالکفر الا ارتدّت علیہ

ان لم یکن صاحبه کذالك رواه البخاری. و عنه
قال قال رسول الله ﷺ من دعا رجلا بالکفر او
قال عدو الله و لیس کذالك الا حار علیه. متفق
علیه۔ (مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۴۱۱)

خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص کسی مسلمان کو کہے وہ کافر ہے تو یہ کفر اس کہنے والے کی طرف رجوع کرتا ہے کہ یہ خود کافر ہو جاتا ہے اور فتاویٰ رضویہ میں ہے کہ جو کسی شخص کو کفر پر پکارے یا خدا کا دشمن بتائے اور وہ ایسا نہ ہو تو اس کا یہ قول اسی پر لوٹ آئے۔

(فتاویٰ رضویہ صفحہ ٦٦)

اور بہارِ شریعت میں ہے اور مسلمان کو مسلمان سمجھنا ضروریاتِ دین میں سے ہے اور ضروریاتِ دین میں سے کسی کا انکار کرنا کفر ہے اور ضروریاتِ دین وہ مسائل ہیں جن کو ہر خاص و عام جانتے ہوں جیسے کہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور انبیاء کرام کی نبوت اور حشر و نشر وغیرہ۔ (بہارِ شریعت صفحہ ٥٦، حصہ اول)

اب اس سے ظاہر ہے کہ جو مسلمان کو مسلمان نہ سمجھے وہ کافر ہے محمد اسلم بندیالوی سلطانی سادات کے متعلق یہ کہنے سے کہ وہ عقیدہ کفریہ سے توبہ کریں خود کافر ہو گیا ہے نیز اس بندیالوی سلطانی نے کہا ہے کہ یہ سادات عوام اہلِ سنت کو گمراہ کرنے سے باز آئیں۔ (افضلیت صفحہ ٦٦)

یہ ان الفاظ سے اپنے ایمان میں فاجر ہے یہ ساداتِ کرام اولادِ علی کا بہت بڑا گستاخ موہن اور بے ادب ہے اس کے بارے بہارِ شریعت میں ہے اہلِ بیت کرام رضی اللہ عنہم مقتدایانِ اہلِ سنّت ہیں جو ان سے محبت نہ رکھے مردود و ملعون خارجی ہے۔ بہارِ شریعت صفحہ ۷۷، حصہ اول اور قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کے اہلِ بیت اور آپ کی ازواجِ مطہرات اور آپ کے اصحاب کی شان میں تنقیص کرنا حرام ہے اور ایسا کرنے والا ملعون ہے۔ (شفاء شریف صفحہ ۲۶۶)

اور اس سے بھی ظاہر ہے کہ اس بندیالوی سلطانی نے ان ساداتِ کرام کے بارے میں جو یہ کہا ہے کہ یہ عوام اہلِ سنت کو گمراہ کرنے سے باز آئیں یہ ان کلمات خبیثانہ سے اپنے ایمان میں فاجر ہیں۔ غرضیکہ مولوی محمد اسلم بندیالوی سلطانی نے ساداتِ کرام کے بارے میں جو کہا ہے کہ یہ کفریہ عقیدہ سے توبہ کریں اس کے یہ الفاظ گستاخانہ کفریہ ہیں اس پر لازم ہے کہ یہ خود توبہ کرے۔ فتاویٰ عزیزیہ میں ہے کہ کلماتِ کفریہ صادر ہونے سے توبہ اور تجدیدِ ایمان ہونا چاہیے اگر یہ مولوی توبہ نہ کرے تو اہلِ سنت کو چاہیے کہ اس کو اپنی صفوں میں نہ گھسنے دیں اور اس سے قطع تعلقات کریں اور اس سے سلام وکلام ترک کر دیں نہ اس کے پاس بیٹھیں اور نہ اس کو اپنے پاس بیٹھنے دیں قرآن پاک میں ہے:

فلا تقعد بعد الذکریٰ مع القوم الظالمین۔

کہ تم ظالموں کے پاس ہرگز نہ بیٹھو۔

اور اس سے بڑھ کر اور کیا ظلم ہو سکتا ہے کہ یہ ساداتِ کرام کے بارے میں کہتا ہے کہ وہ کفریہ عقیدہ سے توبہ کریں اور کفریہ عقیدہ تو کافروں کا ہوتا ہے جو مسلمانوں کو کافر کہے وہ خود کافر ہوتا ہے اور مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ اولادِ علی یعنی ساداتِ کرام کی عزت واحترام کریں۔

ساداتِ علماء برطانیہ میں

ساداتِ کرام آلِ نبی ﷺ اور اولادِ علی ہیں اور نبی کریم ﷺ کے علوم کے

وارث ہیں ان کا احترام واکرام فرض ہے برطانیہ میں ان ساداتِ کرام میں نابغہ روزگار، مفکر اسلام علامہ پیر سید عبدالقادر شاہ صاحب جیلانی دامت برکاتہم العالیہ اور محترم المقام پیر طریقت سید صابر حسین شاہ صاحب گیلانی مدظلہ اور صاحبزادہ پیر سید مظہر حسین شاہ صاحب گیلانی زید شرفہ اور فخر سادات پیر سید زاہد حسین شاہ صاحب رضوی مدفیوضہم العالیہ، حضرت صاحبزادہ پیر سید منور حسین شاہ جماعتی علی پور سیداں شریف، صاحبزادہ پیر سید مزمل حسین شاہ صاحب جماعتی، صاحبزادہ پیر سید انور حسین کاظمی، صاحبزادہ پیر سید احمد حسین شاہ ترمذی یہ سادات کرام اہل السنت والجماعت کے پیشوا اور رہنما ہیں یہی زیادہ تر خطابات وارشادات فرماتے ہیں یہ اپنے علم و فضل اور حسب و نسب کے لحاظ سے جلیل القدر اور بڑی شان والے سید ہیں یہ خواص وعوام کو اپنے علمی اور عملی افکار سے روشناس کراتے ہیں انہوں نے کبھی بھی عقائد اہل السنت والجماعت کے علاوہ گفتگو نہیں کی ان میں سے نابغہ روزگار مفکر اسلام علامہ پیر سید عبدالقادر شاہ صاحب جیلانی دامت برکاتہم العالیہ علوم عقلیہ ونقلیہ کے جامع اور فروع واصول پر حاوی ہیں اور متعدد زبانوں پر عبور رکھتے ہیں اور آپ کا علم تمام نواحی اور گوشوں پر محیط ہے آپ موافق اور مخالف کے ہر طبقے کے علم و فکر اور نظریات پر عمیق اور گہری نظر رکھتے ہیں ان کو علم مولیٰ علی اور حضرت غوث اعظم سے وراثت میں ملا ہے چنانچہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی المتوفی ۱۱۷۶ھ لکھتے ہیں وسرّ حضرت امیر کرم اللہ وجہہ در اولاد کرام ایشاں سرایت کرد کہ حضرت امیر کرم اللہ وجہہ کا راز (ولایت وعلم) آپ کی اولاد میں سرایت کر گیا جب حضرت امیر المومنین علی المرتضیٰ شیر خدا کے علوم اور ولایت کے اسرار ورموز آپ کی اولاد میں جاری وساری ہو گئے ہیں تو پھر آپ کی اولاد میں یہ علوم واسرار بطور وراثت منتقل ہو گئے ہیں۔ ان کے بارے جو شخص اپنے دل میں کدورت اور حسد اور بغض رکھتا ہے وہ بے دین ناصبی اور خارجی ہے۔

فضائل ومناقب

حضرت امیر المؤمنین علی المرتضیٰ شیر خدا کرم اللہ وجہہ کے بے شمار فضائل و مناقب ہیں جتنی آپ کی شان میں احادیث مروی ہیں اتنی کسی کے بارے میں احادیث مروی ہیں اتنی کسی کے بارے میں احادیث مروی نہیں ہیں علامہ شبلنجی المتوفی ۱۲۹۰ھ لکھتے ہیں:

قال الامام احمد بن حنبل والقاضی اسماعیل بن اسحاق وابوعلی النیشاپوری والنسائی لم ترو فی فضائل احد من الصحابة بالاسانید الحسان ما روی فی فضل علی بن ابی طالب۔

امام احمد بن حنبل اور قاضی اسماعیل بن اسحاق اور ابوعلی نیشاپوری اور امام نسائی نے کہا کہ حسان سندوں کے ساتھ جتنی احادیث حضرت علی بن ابی طالب کے حق میں وارد ہیں۔ اتنی احادیث کسی اور صحابی کے حق میں وارد نہیں ہیں اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

ما نزل فی احد من کتاب اللہ تعالیٰ ما نزل فی علی بن ابی طالب۔

کہ قرآن میں جتنے فضائل حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہیں اتنے

کسی کے بارے میں نہیں ہیں یعنی علی المرتضیٰ کے لیے سب سے زیادہ فضائل قرآن میں نازل ہوئے اور ابن عباس سے یہ بھی روایت ہے کہ حضرت علی کے بارے میں تین سو آیات نازل ہوئی ہیں اور آپ کے مشہور فضائل بے شمار ہیں۔حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا کرم اللہ و جہہ رسولِ پاک ﷺ کے بھائی ہیں اور رسولِ پاک ﷺ کی بیٹی سیدۃ النساء فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا حضرت علی المرتضیٰ کے نکاح میں تھیں۔(نورالابصار صفحہ ۱۴۲)

امام زھری سے روایت ہے کہ ابو جنید جندع بن عمرو نے کہا میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

من کذب علی متعمدا فلیتبوأ مقعدہ من النار۔

جس نے مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنائے۔میں نے یہ خود سنا ہے ورنہ میرے دونوں کان بہرے ہو جائیں حضور نبی کریم ﷺ حجۃ الوداع سے جب واپس لوٹے اور غدیر خم کے مقام پر پہنچے لوگوں کو خطاب فرمایا آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ تھام کر فرمایا جس کا میں ولی ہوں یہ علی اس کا ولی ہے اے اللہ جو اسے دوست رکھے تو اسے دوست رکھ اور جو اس سے عداوت رکھے تو اس سے عداوت رکھ۔عبید اللہ نے کہا: میں نے زھری سے کہا ایسی باتیں ملک شام میں بیان نہ کرنا ورنہ تو وہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مخالفت میں اتنی باتیں سنے گا کہ تیرے کان بھر جائیں گے اس کے جواب میں امام زھری نے فرمایا: خدا کی قسم! حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اتنے فضائل میرے پاس محفوظ ہیں کہ اگر میں انہیں بیان کروں تو مجھے قتل کر دیا جائے۔

(السیف الجلی علیٰ منکر ولایت علی صفحہ ۷۷)

اس سے بھی ثابت ہوا کہ حضرت امیر المومنین علی المرتضیٰ کرم اللہ و جہہ کے

بقول امام زھری بے شمار فضائل ہیں ملک شام کی اُموی حکومت آپ کے فضائل و مناقب کا سننا برداشت نہ کرتی تھی۔حضرت بریدہ اسلمی فرماتے ہیں:

غزوت مع عليٍّ اليمن فرأيت منه جفوة فلما قدمت على رسول الله ﷺ ذكرتُ فتنقصته فرأيت وجه رسول الله ﷺ يتغيّر فقال يا بريدة الست اولىٰ بالمؤمنين من انفسهم قلت بلىٰ يا رسول قال من كنت مولاه فعليٌّ مولاه۔

(مسند احمد بن حنبل صفحہ ۳۴۷)

کہ میں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ یمن کے غزوہ میں شرکت کی جس میں مجھے آپ سے کچھ شکوہ ہوا جب رسول کریم ﷺ کے پاس واپس آیا تو میں نے اس وقت حضرت علی کا ذکر نامناسب طریقہ سے کیا تو مین نے دیکھا کہ رسول کریم ﷺ کا چہرہ مبارک متغیر ہو گیا اور آپ نے فرمایا: اے بریدہ کیا میں مومنوں کی جان سے قریب تر نہیں ہوں۔تو میں نے عرض کیا: کیوں نہیں یارسول اللہ۔اس پر رسول پاک ﷺ نے فرمایا:

من كنت مولاه فعليٌّ مولاه۔

جس کا میں مولیٰ ہوں اس کے علی بھی مولیٰ ہیں۔

حضور ﷺ جب حجۃ الوداع سے فارغ ہوئے تو مدینہ منورہ کی طرف واپس ہوئے راستہ میں جب "غدیرخم" کے مقام پر پہنچے تو صحابہ کرام کو جمع فرما کر ایک خطبہ دیا جس میں فرمایا:

من کنت مولاہ فعلیؓ مولاہ۔

حضور پاک ﷺ کا یہ فرمان جو حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا کے بارے میں تھا دیہات اور شہروں میں مشہور ہوا، اس کے بارے امام ابو اسحاق ثعالبی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا ہے کہ سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ سے اللہ تعالیٰ کے قول سَأَلَ سَائِل بعذاب واقع کے متعلق دریافت کیا گیا کہ یہ کس شخص کے بارے میں نازل ہوا ہے تو سفیان بن عیینہ نے سائل کو کہا کہ تو نے جو مجھ سے سوال کیا ہے پہلے یہ کسی نے سوال نہیں کیا میرے باپ نے جعفر بن محمد سے انہوں نے اپنے آباء کرام رضی اللہ عنہم سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ''غدیر خم'' کے دن لوگوں کو جمع کیا اور حضرت علی شیر خدا کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا:

من کنت مولاہ فعلیؓ مولاہ۔

اور یہ خبر مشہور ہوئی اور یہ خبر حارث بن نعمان فہری تک پہنچی تو وہ اپنی اونٹنی پر سوار ہوا اور رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور عرض کرنے لگا: یا رسول اللہ ﷺ آپ نے ہم کو حکم دیا کہ ہم شہادت دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ اللہ کے رسول ہیں چنانچہ ہم نے آپ کی بات مانتے ہوئے اس بات کی شہادت دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ اللہ کے رسول ہیں اور پھر آپ نے فرمایا کہ ہم پانچ نمازیں پڑھا کریں تو ہم نے اس بات کو بھی تسلیم کر لیا پھر آپ نے فرمایا کہ زکوٰۃ دیا کرو ہم نے اس کو بھی تسلیم کر لیا اور آپ نے ہم کو رمضان کے روزے رکھنے کا حکم کیا ہم نے اس کو بھی تسلیم کر لیا پھر آپ نے ہم کو حج کے بارے حکم دیا ہم نے اس کو بھی تسلیم کر لیا، لیکن آپ اس پر راضی نہ ہوئے تو پھر آپ نے اپنے چچا کے بیٹے علی بن ابی طالب کے دونوں ہاتھ

پکڑ کر بلند کر کے اس کو ہم پر فضیلت دی اور فرمایا:

من کنت مولاہ فعلیؓ مولاہ۔

کیا یہ آپ نے اپنی مرضی سے کیا ہے یا اللہ تعالیٰ کے حکم سے کیا تو رسول پاک ﷺ نے فرمایا:

واللہ الذی لا الٰہ الّا ھو ان ھذا من اللہ عزوجل۔

اس اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں مجھے یہ حکم اللہ تعالیٰ نے کیا ہے۔

حارث بن نعمان فہری یہ سن کر واپس ہوا، اور اپنی ناقہ کی طرف چل پڑا اور یہ کہنے لگا:

اللّٰھم ان کان ما یقول محمدٌ حقًّا فامطر علینا حجارۃ من السماء اوئتنا بعذاب الیم۔

ترجمہ: اے اللہ! اگر وہ جو (محمد ﷺ) نے کہا ہے حق ہے تو آسمان سے ہم پر پتھروں کی بارش نازل کر یا درد دینے والا عذاب اتار۔

راوی نے کہا ہے کہ جب حارث بن نعمان فہری اپنی ناقہ کے پاس پہنچا تو اللہ تعالیٰ نے ایک پتھر اس کے سر پر پھینکا یہاں تک کہ وہ پتھر اس کے سر پر لگا اور پاخانہ کے راستہ سے زمین پر جا گرا اور حارث بن نعمان وہیں مر گیا تو اللہ تعالیٰ نے سئال سائل بعذاب واقع للکافرین تک اس کے حق میں اتاری ہے۔

(نورالابصار صفحہ ۱۳۸)

اس سے ثابت ہوا کہ حضور ﷺ نے غدیر خم کے مقام پر حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا کے بارے میں فرمایا:

من کنت مولاہ فعلیؓ مولاہ۔

یہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق فرمایا۔اس کی تعمیل ہر مومن کے لیے ضروری ہے، جو حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا کے ساتھ محبت اور عقیدت نہیں رکھتا وہ مومن نہیں ہے، اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایۃ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کو فرمایا کہ تیری محبت ایمان ہے اور تیرے ساتھ بغض منافقت ہے،اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کو فرمایا کہ وہ آدمی سعادت مند ہے جو تیرے ساتھ محبت رکھے اور تیری تصدیق کرے اور وہ ہلاکت میں ہے جو تیرے ساتھ بغض رکھے اور تیری تکذیب کرے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی شیر خدا کی طرف دیکھ کر فرمایا:

انت سید الناس فی الدنیا والآخرۃ۔

کہ تو دنیا اور آخرت مین سردار ہے جس نے تیرے ساتھ محبت کی اس نے میرے ساتھ محبت کی اور جس نے تیرے ساتھ بغض کیا اس نے میرے ساتھ بغض کیا، تیرے ساتھ بغض رکھنے والا اللہ کے ساتھ بغض رکھنے والا ہے اس کے لیے پوری پوری ہلاکت ہے جو علی تیرے ساتھ بغض رکھے،اور ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بغض وعناد رکھتا تھا ہم کو معلوم ہو جاتا تھا کہ یہ منافق ہے۔

(نور الابصار صفحہ ۱۳۸)

حضرت امیر المؤمنین علی المرتضیٰ شیر خدا کرم اللہ وجہہ کے فضائل میں سے یہ بھی ہے کہ آپ کے فرماں برداروں کا زیادہ ہونا اور مقاماتِ ولایت بلکہ قطبیت، غوثیت اور ابدالیت اور انہی جیسے باقی خدمات آپ کے زمانہ سے لے کر دنیا کے ختم ہونے تک آپ کی وساطت سے ہونا ہے اور بادشاہوں کی بادشاہت اور امیروں کی

امارت میں آپ کو وہ دخل ہے جو عالم ملکوت کے سیر کرنے والوں پر مخفی نہیں ہے اہلِ ولایت کے اکثر سلسلے بھی جناب مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ ہی کی طرف منسوب ہیں پس قیامت کے دن بہت فرماں برداروں کی وجہ سے جن میں اکثر بڑی بڑی شانوں والے اور عمدہ مرتبے والے ہوں گے حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کا لشکر اس رونق اور بزرگی سے دکھائی دے گا کہ اس مقام کا نظارہ دیکھنے والوں کے لیے یہ امر نہایت تعجب کا باعث ہوگا۔ (صراطِ مستقیم، صفحہ ۶۷)

شیخ عبدالرحمان چشتی قدس سرہٗ المتوفی ۱۰۹۴ھ اپنی کتاب مرآۃ الاسرار میں لکھتے ہیں کہ ابن عربی فرماتے ہیں کہ ولی وہ ہے جو حضرت حق سبحانہ تعالیٰ کی ذات و صفات کا عارف ہو طاقت بشری کے مطابق اور اس عرفان کے باوجود ظاہری و باطنی طاعت و عبادت کا پابند ہو اور ظاہری و باطنی گناہوں سے پرہیز کرتا ہو اور کرامات و خوارق عادات کا ظہور ولایت کی شرط نہیں ولی گناہوں سے محفوظ ہوتا ہے اور نبی معصوم ہوتا ہے اور اولیاء کرام حضرات انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں اس لیے جو ولی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت کا وارث ہو اس کو محمدی کہتے ہیں۔

ولایت محمدی کی قسمیں

اور ولایت محمدی کی تین قسمیں ہیں۔

پہلی قسم کی ولایت جامع ہے تمام تصرفات معنوی کی جو کہ قطب کا خاصہ ہے اور تصرفات ظاہری کی جو سلاطین کا خاصہ ہے اور اس ولایت کی دو قسمین ہیں ایک وہ جو مقرون بخلافت ہو اور دوسری وہ جو مقرون بخلافت نہ ہو اور تیسری قسم کی ولایت وہ ہے جو تصرف ظاہری و باطنی کی جامع نہ ہو اور ولایت محمدی جو جامع ہے اس کی صاحب

فتوحاتِ مکیہ کے قول کے مطابق درج ذیل اقسام ہیں اور ہر قسم کی ولایت کے لیے ایک خاتم ہوتا ہے اور وہ ولایت جو کہ جامع ہے تصرفات ظاہری و باطنی کا اور مقرون خلافت ہے اس کے خاتم حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ ہیں اور امام ابن عساکر رضی اللہ عنہ جو اکابر ائمہ اہل سنت و جماعت میں سے ہیں امیر المومنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

انا خاتم الانبیاء و انت یا علی خاتم الاولیاء۔

میں خاتم الانبیاء ہوں اور تم اے علی خاتم الاولیاء ہو پس اس خاتم کو خاتم کبیر کہتے ہیں جو حجرت علی کرم اللہ وجہہ ہیں اور ولایت محمدی کی وہ قسم جو جامع ہے تصرف ظاہری و باطنی کی لیکن مقرون خلافت نہیں ہے اسی کے خاتم امام مہدی علیہ السلام ہیں جو آخری زمانہ میں ظاہر ہوں گے آپ کا اسم گرامی محمد ہوگا اور خلق میں حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صورت کی مانند ہوں گے لیکن خلق ان کے تابع ہوگی اور ان کے بعد کوئی ولی بادشاہ نہ ہوگا پس اس قسم کی ولایت ان پر ختم ہو جائے گی ان کو خاتم صغیر کہتے ہیں۔

(مرآۃ الاسرار صفحہ ۱۲۵)

امیر المومنین علی المرتضیٰ شیر خدا کرم اللہ وجہہ کو اللہ تعالیٰ ولایت مطلق کا مرتبہ عطا فرمایا تھا ولایت مطلق کے کمال نور کی علامت یہ ہے کہ غیر اللہ سے تعلق نہیں رہتا دل مستغنی ہو جاتا ہے حضرت علی المرتضیٰ سے کسی نے دریافت کیا کہ دنیا میں پاکیزہ ترین عمل کیا ہے تو آپ نے فرمایا:

غنا ألقلب باللہ۔

یعنی اللہ پر توکل کر کے دل کا غنی ہو جانا۔

جو دل اللہ تعالیٰ کے وصال سے دولت مند ہو گیا دنیا کی کمی اسے مفلس نہیں بناتی دنیا کا ہونا بھی اسے خوش نہیں کر سکتا یعنی وہ دنیا کے ہونے سے خوش ہوتا ہے نہ نہ ہونے سے غمگین ہوتا ہے اور اس کی حقیقت فقر اور تعلق باللہ سے میسر آتی ہے۔پس اہلِ طریقت حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا کرم اللہ وجہہ کے حقائق و معارف، دقائق، اشارات، تجرید اور ترک دنیا و آخرت اور تقدیر حق کی معرفت میں اقتدا کرتے ہیں، حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ فرمایا کرتے تھے کہ میرے پاس ایک گندم کا دانہ ہو اور ساری خلقت میرے اہل و عیال ہوں تو خدا کی قسم مجھے کچھ فکر نہ ہو گی یہ مقام، یہ استغناء قلب ولایت مطلق کے کمال نور کی علامت ہے ایک مرتبہ حضرت حسن بصری نے حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے عرض کیا کہ مجھے کوئی وصیت فرمائیے۔آپ نے فرمایا:

لا تجعل شغلك بأهلك و ولدك۔

کہ اپنے بیوی بچوں کے فکر میں زیادہ مشغول نہ ہو جا کیونکہ اگر تیرے بچے اللہ کے دوست ہیں تو اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں کو ضائع نہیں کرتا اگر وہ خدا کے دشمن ہیں تو خدا کے دشمنوں کی تجھے کیوں فکر ہے اور اس کا تعلق غیر حق کو دل سے مٹا دینے سے ہے یعنی غیر اللہ سے دلی تعلق نہ رکھ تاکہ دل مستغنی ہو جائے دل کا مستغنی ہونا قلب ولایت مطلق کے کمال نور کی علامت ہے بایں وجہ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی معرفت خداوندی میں کوئی مثال نہیں ہے اور حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا کرم اللہ وجہہ کی سعادت ازلی ہے کہ آپ کی ولادت خانہ کعبہ میں ہے یہ سعادت ازل سے لے کر ابد تک کسی کو نصیب نہیں ہوئی، روضۃ الشہداء میں لکھا ہے کہ آپ نے تین دن تک ماں کا دودھ نہ پیا پس حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کو اپنی گود میں اٹھا کر اپنا منہ آپ کے منہ پر

رکھا اور اپنی زبان وحدت بیان حضرت علی کے منہ میں دے دی آپ نے کافی دیر حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک چوستے رہے اور لعاب دہن نبوی جو کہ سرچشمہ وما ینطق عن الھویٰ تھا۔ شربت حیات ظاہری و باطنی پیتے تھے جب آپ پانچ سال کے ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو لے گئے اور خود ان کی تربیت فرمائی پس اسی طرح حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں رہتے تھے حتیٰ کہ ہجرت کے دوسرے سال حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمۃ الزہراء کو ان کے عقد میں دیا اس وقت ان کی خاطر آپ نے ایک علیحدہ حجرہ مقرر فرمایا۔ نکاح کے وقت حضرت علی کرم اللہ وجہہ پچیس سال کے تھے اور حضرت فاطمۃ الزہراء اٹھارہ سال کی، اور شواہد النبوت میں لکھا ہے کہ آپ بارہ اماموں سے اول امام ہیں۔

اور میر سید محمد کرمانی نے سیر الاولیاء میں حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء کے ملفوظات نقل کیے ہیں جن میں لکھا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ تمام صحابہ کرام میں جود و کرم اور بخشش و عطاء فقر و فاقہ میں ممتاز تھے اور قوت و شوکت کی وجہ سے حق تعالیٰ سے آپ کو اسد اللہ الغالب کا خطاب ملا تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول انا مدینۃ العلم و علیؓ بابھا (میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں) کے بموجب کثرت علم کی بنا پر تمام صحابہ کرام میں مخصوص تھے اسی وجہ سے حضرت عمر فرمایا کرتے تھے کہ لو لا علیؓ لھلک عمر یعنی اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا اور خرقہ فقر کی خلعت جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حق تعالیٰ کی طرف سے شب معراج میں عطا ہوئی اس کے متحمل چار خلفاء کرام میں سے حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ ہوئے اور خرقہ عطا کرنے کی یہ سنت مشائخ عظام میں قیامت تک رہے گی اور دین کے اس کام میں ان کی وجہ سے

بڑی استقامت ہوئی اور روحانیت میں آپ کا درجہ بہت بلند اور شان بہت ارفع ہے

حضرت خواجہ جنید بغدادی فرماتے ہیں:

شیخنا فی الوصول والبلاء علی المرتضیٰ۔

یعنی وصول الی اللہ اور بلا کو برداشت کرنے میں حضرت علی ہمارے امام ہیں یعنی علم معاملات وطریقت میں آپ ہمارے شیخ اکبر ہیں اور مولانا روم نے اپنے دیوان میں بہت قصائد حضرت علی کی مدحت میں لکھے ہیں۔ان میں سے چند اشعار کا ترجمہ درج ذیل ہے:

- حضرت علی کرم اللہ وجہہ اہل صفا یعنی اولیاء اللہ کے وجود کے لیے مثل آفتاب ہیں آپ مومنین کے امام اور اللہ کے ولی ہیں۔
- آپ ایسے امام ہیں کہ جن کا وجود حق تعالیٰ کے ساتھ قائم ہے زمین وزمان اور ارض وسماء ہیں۔
- اور آپ اپنے علم کی وجہ سے سارے عالم کے سردار ہیں اور اپنے فقر کی وجہ سے سارے فقراء کے آقا ہیں۔
- تمام مؤمنین کا روئے ارادت آپ کی طرف ہے کیونکہ آپ امیر، ہادی اور مولیٰ ہیں۔
- خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ازروئے تحقیق فرمایا ہے کہ حضرت علی دونوں جہانوں کے ولی ہیں۔
- حضرت علی وہ ہیں جو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچازاد بھائی ہیں اور خاتونِ جنت کے والی اور شوہر ہیں۔

- تمام عارفانِ حق کا حُسن اور قدر وکمال حضرت علی کے وجود سے ہے اوران کی سب خوشی آپ کے دم سے ہے۔
- ہم سب ذرات ہیں اور وہ خورشید عالم تب ہیں ہم سب قطرے ہیں اور وہ دریا ہیں۔
- ہم سب مردہ ہیں اور وہ زندہ ہیں ہم سب پستی کے مقام میں ہیں اور وہ ارفع و اعلیٰ ہیں (زندہ وہ ہے جس کا دل زندہ ہے)
- چونکہ تم عشق کی وجہ سے مقام صفا میں پہنچ چکے ہو اپنی جان اپنے مولا علی پر قربان کردے۔
- تاکہ تیری جان واصل جاناں ہو جائے اور قطرہ (محدود) دریا (لامحدود) میں مل جائے۔
- تو دل وجان سے اس خاندان (اہلِ بیت) کا غلام بن جا اگر تجھے تخت وتاج تک رسائی کی ضرورت ہے۔

روضۃ الشہداء میں امام احمد بن حنبل سے منقول ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام میں سے کسی ایک آدمی سے ہم تک اتنا علم نہیں پہنچا جتنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے پہنچا ہے اور روضۃ الاحباب میں حضرت جابر بن عبداللہ انصاری سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طائف کے محاصرہ کے وقت حضرت علی کو طلب فرمایا اور دیر تک ان کے ساتھ راز کی باتیں فرماتے رہے یہ دیکھ کر لوگوں نے کہا کہ آپ نے اپنے چچازاد بھائی سے لمبے لمبے راز بیان فرمائے ہیں۔آپ نے فرمایا: میں نے ان سے راز بیان نہیں کیے بلکہ حق تعالیٰ نے بتائے ہیں یعنی حق تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ ان کو ان رموز

سے آگاہ کروں اور روضۃ الشہداء میں منقول ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے وہ رموز بیان فرمائے ہیں جو کسی نے نہ ان سے پہلے نہ بعد کبھی بیان کیے ہیں، ایک دن آپ نے منبر پر چڑھ کر فرمایا:

سلونی ما دون العرش۔

یعنی پوچھو مجھ سے جو کچھ عرش سے ماوراء پوچھنا چاہو۔ کیونکہ میرے قلب میں بے شمار علوم ہیں اور یہ سب اس لعاب دہن کی برکت سے ہے جو میری پیدائش کے دن حضور ﷺ نے میرے منہ میں دیا تھا اور شواہد النبوت میں لکھا ہے کہ صحیح روایۃ سے ثابت ہے کہ جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ پاؤں رکاب میں رکھتے تھے۔ قرآن مجید شروع کرتے تھے اور جب دوسرے رکاب میں پاؤں ڈالتے تھے تو قرآن ختم کر دیتے تھے شواہد النبوت میں حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک رات جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ میرے پاس تھے تو میں نے سنا کہ زمین حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کلام کر رہی تھی صبح یہ بات میں نے حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کی تو آپ نے ایک لمبا سجدہ کیا اور پھر سر اٹھا کر فرمایا: فاطمہ تم کو مبارک ہو نسل کی پاکیزگی کی بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے خاوند کو عظمت اور فضیلت دی ہے اور زمین کو حکم دیا ہے کہ شرق سے غرب تک جو اس پر گذرا ہے اس سے بیان کرے، لیکن ان کمالات اور خصوصیات کے باوجود بعض متعصب لوگوں کے دل میں حضرت علی کے بارے میں خلش اور اضطراب ہے اسی بنا پر صاحب تفسیر حسینی اور میر جمال الدین محدث نے اپنی کتاب تحفۃ الاخیار میں صحیح مسلم، ترمذی اور مصابیح سے روایت کی ہے کہ یہ آیت حضرت علی اور حضرت فاطمۃ الزہراء اور حسنین کریمین کی شان میں حضرت ام سلمہ کے گھر جو ر

ﷺ پر نازل ہوئی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا ﴿٣٣﴾

یعنی اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ اہلِ بیت رسول کہ رجس اور ناپسندیدگی تم سے دور کر دے اور نہایت پاک وصاف کر دے تم کو یہ بھی ام سلمہ سے منقول ہے کہ اس وقت حضرت علی حضور کے پاس بیٹھے ہوئے تھے پس حضور ﷺ نے حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین کو طلب فرمایا اور حضرت علی کو اپنے برابر بٹھا کر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ان کے پیچھے بٹھایا اور حضرت حسن کو ایک ران پر اور حضرت حسین دوسری ران پر بٹھا کر ایک گلیم (اوڑھنی) یا عبا جس کا رنگ سیاہ تھا اور جس پر سفید لکیریں تھیں آپ نے یہ عبا اپنے اور حضرت علی و حضرت فاطمہ و حضرت حسن و حضرت حسین کے سر پر پھیلائی اور آیت مذکور دوسری بار پڑھی اور بعد میں یہ دعا مانگی:

اللهم هؤلاء آل محمد فاجعل صلواتك و بركاتك عليهم انك حميد مجيدٌ۔

یعنی یا الٰہ العالمین یہ آل محمد ہیں اپنی رحمتیں اور برکتیں انپر نازل فرما بے شک تو سب صفات اور بزرگی کا مالک ہے۔

اور اس روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت ام سلمہ جو حضور ﷺ کی حرم محترم تھیں نے اسی عبا کا ایک کونہ اٹھایا اور چاہا کہ وہ بھی اس کے نیچے ہو جائیں اور اپنے آپ کو ان سے متصل کر دیں لیکن حضور ﷺ نے عبا کو ان سے کھینچ لیا اور فرمایا تو نیکوں میں سے ہے لیکن یہ میرے اہلِ بیت ہیں اور یہ خاص مرتبہ ہے اور کتاب فصوص الآداب میں

خلیفہ شیخ سیف الدین نے اس گلیم سیاہ کو جو حضور ﷺ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو پہنائی خرقہ کی سند قرار دیا ہے وہ لکھتے ہیں کہ حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ نے صحیح روایت کو نقل کیا ہے کہ اصلی خرقہ یہی عبا تھی جو حضور ﷺ سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو ملی اور ان مشائخ سے مشائخ کو دست بدست پہنچی انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ حقیقت خرقہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے اس خرقہ کو اس کے پہننے والے کی طہارت اور بزرگی کا واسطہ بنایا ہے پس رسول اللہ ﷺ نے نبوت و ولایت کے حقائق اسرار کو خرقہ میں ودیعت فرمایا اور پھر وہ خرقہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو پہنایا اور مدینہ علم کے اس دروازے یعنی حضرت علی کو حضرت الیاس علیہ السلام کی صورت پر خرقہ زیب تن کیا اور اس بزرگی سے مشرف کیا کہ

انت منّی بمنزلۃ ھارون من موسٰی الّا لا نبیّ بعدی۔

یعنی اے علی! آپ میرے نزدیک اسی طرح ہیں جس طرح حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ کے نزدیک تھے اور میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے اور یہ بھی روایت ہے کہ حضور ﷺ حضرت عائشہ کے گھر تشریف رکھتے تھے کہ حضرت علی آ گئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہ سید العرب، عرب کے سردار ہیں۔ الغرض جتنی مدت حضور ﷺ اس دنیا میں رہے علی المرتضیٰ ہمیشہ ان کی خدمت میں مستقیم رہے اور تمام غزوات میں کارہائے نمایاں انجام دے کر مرتبہ جہاد کا حق ادا کیا جب حضور ﷺ اس دنیا سے تشریف لے گئے تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بحکم حدیث رجعنا من جھاد الاصغر الیٰ جھاد الاکبر۔ ہم چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف واپس آئے ہیں گوشہ قناعت و ریاضت اختیار کیا اور تمام ظاہری و باطنی دنیاوی معاملات ولایت کی قوت سے ترک کر کے گوشہ

عدم مرادی میں بیٹھ گئے اور بے نیازی کا دروازہ مخلوق پر بند کر کے ذات مطلق کی معرفت میں مشغول ہو گئے اور وصول الی اللہ میں مطمئن ہو کر بیٹھ گئے۔(مرآۃ الاسرار صفحہ ۱۸۵)

اس سے ثابت ہے کہ ولایت مطلق کا منصب حضرت امیر المومنین علی المرتضیٰ شیر خدا کرم اللہ وجہہ کا ہے جس کو آپ ولایت کا اہل سمجھتے ہیں اس کو ولایت کا مقام عطا فرماتے ہیں نیز خرقہ ولایت بھی اس کو عطا فرماتے ہیں جس کو اہل سمجھتے ہیں۔ چنانچہ مرآۃ الاسرار میں ہے کہ یہ امر اظہر من الشمس ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو جمیع علوم ظاہری و باطنی عطا فرمائے۔قرآن پاک اس کا شاہد ہے چنانچہ فرمایا:

اَلرَّحْمٰنُ ۝۱ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۝۲

رحمٰن نے آپ کو قرآن کی تعلیم دی اور حضور ﷺ نے تمام علوم ظاہری و باطنی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو تعلیم فرمائے چنانچہ حضور ﷺ نے فرمایا:

انا مدینۃ العلم و علیؓ بابھا۔

یعنی میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے۔حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے وہ تمام اسرار و حقائق جو حضور پاک ﷺ سے پہنچے تھے ایک جامع میں لکھ کر امانت کے طور پر اپنے فرزندان کے سپرد کیے وہ جامع ائمہ اہل بیت کے علاوہ اغیار کی نظروں سے نہیں گذری اور کبھی کبھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ ان اسرار و حقائق سے کوئی بات علیحدگی کے وقت حضرت سلمان فارسی، اور حذیفہ یمانی، اور اپنے حلقہ کے خاص لوگوں سے بیان کر دیتے تھے اور اپنے خوش اوقات کے دوران اپنے محرم راز اصحاب مثلاً حضرت محمد بن ابو بکر، مالک اشتر، عبداللہ بن عباس، خواجہ کمیل بن زیاد اور خواجہ حسن بصری وغیرہ سے بیان فرماتے تھے صاحب کشف المحجوب فرماتے ہیں کہ خواجہ

جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے اس طائفہ کے امام اور مقتدا تھے فرمایا ہے:

شیخنا فی الاصل والبلاء علی المرتضی رضی اللہ عنہ۔

یعنی اصول اور مصائب میں ہمارے شیخ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ ہیں۔

حضرت شیخ رکن الدین علاؤ الدولہ سمنانی قدس سرہٗ چہل مجالس میں لکھتے ہیں کہ جب حضرت امام علی رضا رضی اللہ عنہ خلیفہ مامون کے طلب کیے جانے پر باغ میں گئے اور خلیفہ کے ہاتھوں زہر آلودہ انگور کھائے آپ کو اپنی وفات کا علم ہو گیا اس وقت ان کے ساتھ سالہ بیٹے امام محمد تقی رضی اللہ عنہ بغداد میں تھے انہیں بغداد سے طوس بلایا وہ بلا تاخیر تشریف لائے اور ان کو وصیت کی کہ فلاں جگہ سے مٹی ہٹانا ایک پتھر برآمد ہو گا اس پر کچھ لکھا ہو گا مجھے اس پتھر کے نیچے دفن کرنا اس کے بعد فرمایا کہ جب تم بلوغ کو پہنچو تو میں نے فلاں درخت کے نیچے امانت رکھی ہے تم وہاں سے جا کر لے لینا وہ امانت ایک کتاب ہے جو علم جفر و جامع پر ہے اور یہ وہ جامع ہے جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے لکھی ہے اور جس میں انہوں نے اسرار غیب فرمان فرمائے ہیں چنانچہ میر سید شریف جرجانی جو کہ خلیفہ ہیں حضرت خواجہ علاؤ الدین عطار نقشبندی کے اپنی کتاب شرح مواقف میں فرماتے ہیں کہ

ان الجفر والجامع کتابان لعلیٍّ رضی اللہ عنہ و ذکر فیہا علی طریقۃ الحروف الحوادث التی تحدث الی الارض العالم و کان الائمۃ المعروفون من اولادہ یعرفونہما و یحکمونہما۔

یعنی جفر اور جامع دو کتابیں ہیں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے جس علم حروف کے طریق سے وہ تمام واقعات درج ہیں جو دنیا کے اختتام اور قیام تک اس دنیا میں واقع ہونے والے ہیں اور ائمۃ اہل بیت جو ساری دنیا میں مشہور و معروف ہیں ان دونوں کتابوں سے واقف ہوں گے اور ان کے اسرار و رموز کے مطابق حکم کریں گے پس اس امر میں سب اہلِ معنے و اہل معرفت متفق ہیں کہ یہ علوم و اسرار اہلِ بیت نبوت و ولایت کا خاصہ ہیں اور اس اُمت کے بعض اور لوگ بھی ان کے فیض صحبت کی وجہ سے اس نعمت سے بہرہ ور ہوئے ہیں پس پہلے دو شخص جو ان سے فیض یاب ہوئے حضرت خواجہ کمیل بن زیاد اور حضرت خواجہ حسن بصری ہیں، حضرت علی کرم اللہ وجہہ جو امام مطلق ہیں نے ان حضرات کو واسطہ یہ علوم تعلیم فرمائے پھر ان دونوں حضرات سے یہ علوم حضرت خواجہ عبدالواحد بن زید وغیرہ تک پہنچے اس کے بعد حضرت خواجہ ابراہیم بن ادھم بھی کمال صدق و اخلاص کی وجہ سے حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں رہے او ریہ اسرار ان سے حاصل کیے اور ابراہیم بن ادھم کا حضرت امام باقر سے اور بایزید بسطامی کا امام جعفر صادق سے فیض حاصل کرنا بطریق اُویسی تھا یعنی ان کی روحانیت سے فیض حاصل کیا ورنہ ان کا زمانہ مختلف تھا، قید حیات میں رہ کر ان کی صحبت سے فیض یاب ہونا تاریخ سے ثابت نہیں ہوتا اور خواجہ معروف کرخی نے حضرت امام علی رضا رضی اللہ عنہ کی خدمت کا شرف حاصل کیا ان سے علوم حاصل کیے پس اربابِ تصوف کے سرحلقہ (سردار) یہ پانچ حضرات تھے۔ جنہوں نے ائمۃ اہل بیت سے یہ بلا واسطہ علوم اخذ کیے اور ان علوم کے فیض سے دنیا میں ممتاز ہوگئے اور اہلِ بیت کی نیابت میں مسند ولایت اور امانت طریقت پر متمکن ہوئے اور انہی کی وجہ سے تمام اربابِ تصوف کو فیض پہنچا

اس جماعت میں حضرت خواجہ اُویس قرنی بھی ہیں جنہوں نے باطنی طریق سے بلاواسطہ حضور ﷺ سے تربیت حاصل کی اور ظاہری طریق پر بھی حضور ﷺ نے اپنا خرقہ مبارک حضرت عمر فاروق اور حضرت علی کے حوالہ فرمایا تا کہ خواجہ اویس قرنی کو پہنچا دیں چنانچہ اس جماعت اور طائفہ کی معتبر کتابوں میں اس کا مفصل ذکر آیا ہے۔حضرت خواجہ اویس قرنی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت کے زمانہ میں زندہ تھے اور آخر جنگ جمل میں آکر حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بیعت کی اس کے بعد وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ رہے حتیٰ کہ جنگ صفین میں شہید ہوئے۔(مرآۃ الاسرار صفحہ ۱۱۳)

پہلے گذر چکا ہے کہ حضرت امیر المومنین علی المرتضیٰ اور ائمہ اہل بیت کے پاس جو علوم اور اسرار تھے ان سے پہلے دو شخص فیض یاب ہوئے، حسن بصری اور کمیل بن زیاد اور حضرت حسن بصری کے بارے کشف المحجوب میں ہے کہ صوفیاء کرام کے ہاں آپ کی بڑی قدر و منزلت ہے معاملات تصوف میں آپ کے اشارات لطیف ہیں اور اکثر کتابوں میں لکھا ہے کہ آپ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے خلیفہ ہیں، حسن بصری نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت اقدس میں عرض کیا کہ مجھے وضوء کرنا تعلیم کیجئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایک جگہ پر ان کو ظاہری و باطنی طہارت کی تعلیم دی اس مقام کو اب باب السلطنت کہتے ہیں۔حسن بصری نے امیر المومنین سے کافی تربیت حاصل کی اسی وجہ سے مقبول جہان ہوئے۔

تذکرۃ الاولیاء میں ہے کہ حسن بصری نے ملک شام کی طرف سفر کیا ان پر ایک ایسی حالت طاری ہوئی جس سے ان کا دل تمام مرادات ماسوی اللہ سے سرد ہو گیا، یعنی اللہ تعالیٰ کے قرب کے سوا دل میں کوئی خواہش باقی نہ رہی جب بصرہ پہنچے تو قسم کھائی

کہ آئندہ دنیا میں کبھی نہیں ہنسوں گا جب تک اس کی عاقبت نہ معلوم ہو جائے پس انہوں نے اپنے آپ کو مجاہدات اور عبادات میں ڈال دیا کہ آپ سے بڑھ کر اس زمانہ میں کوئی مجاہدہ کرنے والا نہ تھا آپ نے اس سختی سے گوشہ نشینی اختیار کی کہ اہلِ دنیا سے قطعاً بے نیاز ہو گئے کسی نے آپ سے پوچھا اصل دنیا کیا ہے آپ نے کہا: ورع۔ اس نے پوچھا وہ چیز کیا ہے جو ورع کو تباہ کرتی ہے۔ فرمایا: طمع۔

اور منتخب التاریخ میں لکھا ہے کہ ہشام بن عبدالملک بنِ مروان کے عہد حکومت میں یکم ماہ رجب ۱۱۰ھ کو ابو سعید بصری نے بصرہ میں وفات پائی آپ کی عمر نواسی سال تھی رحمۃ اللہ علیہ اور کمیل بن زیاد اپنے زمانہ کے شیخ کامل تھے آپ حضرت علی المرتضیٰ شیرِ خدا کے مرید و خلیفہ تھے آپ کے سلسلہ میں برے بڑے اولیاء کرام داخل ہونا فخر سمجھتے تھے حتیٰ کہ خواجہ حسن بصری اپنے کمالات کے باوجود ان سے فیض صحبت حاصل کرتے تھے، شیخ رکن الدین علاؤ الدولہ سمنانی چہل مجالس میں فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت علی کرم اللہ وجہہ اونٹ پر سوار تھے اور حضرت کمیل بن زیاد کو اپنے پیچھے بٹھایا تھا۔ حضرت امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ کی عادت تھی کہ جب علوم و اسرار بیان کرنا چاہتے تھے تو حضرت کمیل بن زیاد کے گھر تشریف لے جاتے اور ان کو سامنے بٹھا کر اسرار بیان کرنا شروع کرتے بعض اوقات حضرت کمیل بن زیاد سوال کرتے کہ یا امیر المؤمنین حقیقت کیا ہے۔ فرماتے تجھے حقیقت سے کیا کام ہے وہ کہتے کہ میں آپ کا محرم راز نہیں ہوں؟ آپ فرماتے کہ بے شک ہو لیکن جب میرے سینے میں علم جوش مارتا ہے تو وہ تمہارے سپرد کر دیتا ہوں اور تجھ جیسے سائل کو محروم نہیں رکھتا۔ اس کے بعد آپ نے اس قدر حقائق اور اسرار توحید بیان کرتے تھے کہ قلم لکھنے سے قاصر ہے۔

آپ فرماتے تھے کہ حق تعالیٰ کی عظمت بیان میں نہیں آسکتی کیونکہ جو چیز بیان میں آ جائے وہ دوئی اور غیریت طلب کرتی ہے اور درحقیقت دوئی باطل ہے یہ سن کر حضرت کمیل نے عرض کیا کہ اس سے بھی زیادہ اظہار حقیقت فرمائیں آپ نے فرمایا کہ محو کرنا نام ہے، امر موہوم اور خلاف واقعہ اشیاء کے ناچیز کرنے یعنی مٹا دینے کا جو عالم اضافی کا وجود ماسویٰ اللہ ہے اور بیدار ہونا نام ہے امر معلوم اور تحقق کے جاننے کا جو کہ وجود حق تعالیٰ ہے (یہاں مقام فناو بقا یا سکر و صحو کی تشریح کی گئی ہے) مطلب یہ کہ محویت یا سکر، یا فنافی اللہ اسے کہتے ہیں کہ سالک ماسویٰ اللہ یعنی تمام اشیاء جن کا وجود وہمی اور اعتباری ہے ناچیز کر دے یا مٹا دے اور بقا باللہ یا بیدار ہونا یا ہوشیاری یا صحو یہ ہے کہ وجود حق تعالیٰ سے محقق ہو جائے اور غیر، غیر نہ رہے کمیل نے کہا کہ اس کی مزید تشریح کیجئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے تھے، یک کردن و پردہ در بدن از سر و امر نہاں نزدیک غلبہ سر، ایک کرنا اور پردہ اٹھانا رازِ پنہاں سے جب راز کا غلبہ ہو یعنی وہ حالت طاری ہو اس کے بعد حضرت کمیل نے عرض کیا کہ حقیقت بیانی ذرا فرمائیے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا جذب کردن و گرفتن احدیت بصفت توحید، جذب کرنا یعنی ذات میں فنا ہونا اور احدیت ذات میں ایک ہو جانا۔ حضرت کمیل نے کہا ذرا اپنی حقیقت بیانی کو زیادہ کیجیے میرے لیے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا، نوریست کہ مے درخشد از صبح پس ظاہر مے شود برھیاکل مصورھائے توحید آثار آں نور، وہ یعنی ذات باری تعالیٰ ایک نور ہے جو صبح ازل سے چمکتا ہے پھر اس نور کے آثار سے توحید کے ھیاکل (جمع ھیکل بمعنے شکل) اور صوتوں پر ظاہر ہوتا ہے یعنی نور ازلی کے پرتو سے تمام تعینات عالم کا ظہور ہوتا ہے اس کے بعد حضرت کمیل نے عرض کیا کہ اپنی حقیقت بیانی کی ذرا مزید

توضیح فرمائیے تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا: چراغ بجھا دو پس سورج نکل آیا اور صبح ظاہر ہوئی اور چراغ کی روشنی کی ضرورت نہ رہی اور حقیقت اپنے ظہور کے لیے محتاج بیان نہیں یعنی جب سالک مقام توحید میں پہنچتا ہے تو نور ازلی اس پر خود بخود ظاہر ہو جاتا ہے اور اسے دوسروں سے حقیقت دریافت کرنے کی ضرورت نہیں رہتی اس قسم کے کلمات بے شمار ہیں چنانچہ شیخ عبدالرزاق کاشانی ان کی شرح میں ایک مستقل رسالہ لکھا ہے میر سید نعمت اللہ نے بھی اس کی شرح لکھی ہے۔ چہل مجالس میں لکھا ہے کہ ایک دن حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا: اے کمیل اللہ تعالیٰ نے میرے سینے میں بہت علوم رکھے ہیں لیکن میں ان کا اہل کسی کو نہیں پاتا تاکہ اس کے سامنے بیان کروں جس کسی میں کچھ دانائی اور عقل پاتا ہوں میں جانتا ہوں کہ وہ ان علوم کو دنیاوی وجاہت کی خاطر بیچ ڈالے گا اور جن لوگوں میں دین ہے اور ترک دنیا کی خاصیت ہے ان میں عقل و دانش نہیں ہے جس سے ان علوم کو سمجھ سکیں غرضیکہ دونوں خصوصیات (دین اور عقل) میں نے کسی ایک شخص میں مجتمع نہیں دیکھا لیکن امید ہے کہ اللہ تعالیٰ دنیا کو ایسے لوگوں سے خالی نہ رکھے گا جن کے قلوب ان علوم سے منور ہوں گے اگرچہ یہ طائفہ تعداد کے لحاظ سے کم ہوتا ہے اجر کے لحاظ سے سب سے زیادہ ہوتا ہے بعدہٗ فرمایا کہ میں ان سے ملنے کا بہت مشتاق ہوں حضرت خواجہ کمیل بن زیاد تمام غزوات میں اور ہر وقت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں حاضر رہے انہوں نے آپ کی شہادت کے بعد گوشہ تنہائی اختیار کر لیا اور جو کچھ آپ سے حاصل کیا اس میں مشغول رہے اور اپنے عقیدت مند مریدوں کو تعلیم کرتے رہے حتیٰ کہ عبدالملک بن مروان کے عہد حکومت میں ۸۲ھ میں حجاج بن یوسف کے ہاتھ سے جام شہادت نوش

فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ان پر رحمت فرمائے، امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جو اسرار و رموز اور توحید کی حقیقت کمیل بن زیاد کو بتائی ہے اس میں ضمناً سالک کا بھی ذکر فرمایا ہے اولیاء کرام کے طبقات کے مراتب ان کے درجات کے مطابق تین قسم پر ہیں، اول سالک، دوم عارف، سوم واصل، اور سالک کہتے ہیں جو شخص اپنے ظاہر کو افعال ذمیمہ سے محفوظ رکھے اور اپنے باطن کو اخلاق ردیہ سے بچائے، سالک کا ابتدائی حال شرائع پر عمل کرنا اور انتہائی حال اخلاق حسنہ کے ساتھ آراستہ ہونا ہے، اور عارف کہتے ہیں جو معرفت باری تعالیٰ کا قصد کرے اور واصل کہتے ہیں جس کو مقام مشاہدہ حاصل ہو، دوسری بات یہ ہے کہ مشاہدہ اس حالت کو کہتے ہیں جو بندہ کو ساری مخلوقات سے اعراض باری تعالیٰ کی طرف مکمل متوجہ ہونے کے بعد حاصل ہوتی ہے عارف کا انتہائی درجہ واصل کا ابتدائی درجہ ہے اور درجہ واصل کا لامنتہی ہے اس لیے کہ معرفت کے اندر سیر الی اللہ ہوتی ہے یعنی تمام مخلوق کو چھوڑ کر اللہ کی طرف متوجہ ہونا ہے اور چونکہ مخلوقات متناہی ہے بخلاف وصول کے کہ وصول میں ابتدا ہوئی ہے سیر فی اللہ سے یعنی اللہ کے اسماء وصفات اور اس کے مشاہدہ میں منہمک ہونا چونکہ اللہ کے اسماء وصفات غیر متناہی ہیں لہٰذا سیر فی اللہ غیر متناہی ہے، پھر سالک کی دو قسمیں ہیں۔

اول: طالب حق، دوم: طالب آخرت، پھر طالب حق کی دو قسمیں ہیں پہلی متصوفہ، دوسری ملامتیہ، اور متصوفہ حضرات وہ ہیں جو اپنے نفس کی بعض صفات سے خلاصی حاصل کر لیتے ہیں اور اوصاف حسنہ میں سے بعض اوصاف اور احوال سے متصف ہو جاتے ہیں، اور ملامتیہ وہ ہیں جو اخلاص کی سختی سے نگہداشت کرتے ہیں اور اپنے تمام اوقات میں اخلاص کی تحقیق کی طرف متوجہ رہتے ہیں جس طرح ایک گنہ گار اپنے گناہ

کے ظہور سے پرخوف رہتا ہے اسی طرح یہ لوگ اپنی طاعت سے ڈرتے رہتے ہیں کیونکہ اس سے ریاکاری کا گمان پیدا ہوتا ہے اور طالب آخرت کے چار گروہ ہیں: (۱) زاہد (۲) عابد (۳) خادم (۴) فقیر۔ اور زاہد وہ ہیں جو نورِ ایمان و یقین سے آخرت کے جمال کا مشاہدہ کرتے ہیں اور دُنیا کی برائی ان کی نظر میں ہوتی ہے اور زاہد اپنے حظّ نفس کی وجہ سے حق سے محجوب ہوتا ہے کیونکہ بہشت حظِّ نفس کا مقام ہے اور عابد وہ ہے جو ہمیشہ عبادات، نوافل، وظائف وغیرہ میں مشغول رہتا ہے اور ہمیشہ آخرت کے ثواب کی اُمید میں رہتا ہے، اور خادم اس کہتے ہیں جو فقیروں اور طالب حق کی خدمت کرتا ہے اور اپنے اوقات کو فرائض کی ادائیگی کے بعد معاش اور امداد خلق میں صرف کرتے ہیں اور اس بات کو وہ نوافل پر ترجیح دیتے ہیں اور جائز طریق سے طلب معاش کرتے ہیں بعض کسب کے ذریعہ اور بعض بھیک مانگ کر، اور بعض فتوح غیب کے ذریعے، اور لینے اور دینے میں ان کی نظر حق پر ہوتی ہے اس حالت میں خادم اور شیخ کی حالت ایک دوسرے کے مشابہ ہوتی ہے لیکن خادم اور شیخ میں یہ فرق ہوتا ہے کہ خادم کی خدمت امید ثواب پر منحصر ہوتی ہے لیکن اس میں مقید نہیں ہو جاتا اور شیخ مراد حق سے قائم ہوتا ہے نہ مراد نفس سے یعنی شیخ حق کا طالب ہوتا ہے اور فقیر وہ ہے جو اپنے آپ کو دنیا کی کسی چیز کا مالک نہیں سمجھتا اور اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی میں سب کچھ ترک کر دیتا ہے، اور فقیر کا ترک دُنیا تین وجوہات کی بنا پر ہوتا ہے۔

پہلی وجہ تخفیف حساب اور خوف عتاب ہے کیونکہ حلال کا حساب ہوتا ہے اور حرام کا عذاب۔

دوسری وجہ توقع فضل ثواب اور جنت میں داخل ہونے میں سبقت ہے

کیونکہ فقراء پانچ سو سال غنی لوگوں سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔

تیسری وجہ جمعیت خاطر اور سکون قلب ہے تاکہ یکسوئی اور حضور قلب کے ساتھ عبادت کر سکیں، اور سالک کے تین درجے ہیں۔

(۱) مبتدی (۲) متوسط (۳) منتہی۔یعنی ابتدائی حالات والا، درمیانی حالت والا اور آخری حالت والا۔

اور ابتدائی حالت بندگی ہے اور درمیانی حالت فنا ہے اور آخری حالت بقا ہے جسے عبدیت بھی کہتے ہیں لیکن عبدیت کے بعد ایک غلبہ ہوتا ہے جسے غلبہ عبدیت کہتے ہیں اس کی وجہ سے سالک مکمل طور پر کھویا جاتا ہے اس لیے آخری عمر میں اکثر حضرات حالت تمکین میں یعنی حالت استغراق میں چلے جاتے ہیں۔

(مرآۃ الاسرار صفحہ ۱۱۸)

اللہ تعالیٰ نے امیر المومنین علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو ولایت مطلق کا منصب عطا فرمایا تھا معارف و حقائق، اسرار و رموز، علوم غیبیہ، اور کشف وغیرہ ولایت مطلق کے متعلقات سے ہیں جنکا اجمالی طور پر پہلے ذکر ہوا ہے اسی سلسلہ میں کچھ اور کا ذکر کیا جاتا ہے چنانچہ ریاض القدس میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ ایک دن امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ نے مجھے فرمایا: اے عبداللہ! نماز عشا سے فارغ ہو کر میرے پاس آنا جب میں گیا تو فرمایا: اے عبداللہ! تو الحمد کے الف لام کے معنے بھی جانتا ہے۔ میں نے عرض کی کہ امیر المومنین! بہتر جانتے ہیں پھر ایک پہر رات تک الف اور لام کے معنے میں اس قدر حقائق بیان فرمائے جن کا ایک شبہ بھی میرے دل میں نہ گذرا تھا پھر جائے الحمد کی تفسیر کے متعلق معارف بیان کرنے میں رات کا دوسرا

حصہ پورا کر دیا بعد ازاں اپنی زبان معجز بیان سے ارشاد فرمایا: اے عبداللہ جو کچھ میں نے بیان کیا تو نے سنا میں نے عرض کیا: یاامیرالمومنین ہاں۔ میں نے سنا اور حیران ہوا اس وقت فرمایا:

یا عبد اللہ لو کتبت فی معانی الفاتحۃ لاوقرت سبعین بعیرا۔

ترجمہ: اے عبداللہ اگر میں سورہ فاتحہ کے معنے لکھوں تو ستر اونٹ لاد دوں۔

نیز ارشاد فرمایا: جوکوئی سورۃ فاتحہ کو درست طور پر پڑھے وہ آتش دوزخ سے بے خوف ہو جاتا ہے اور جوکوئی اس کے معنے واجبی طور پر جانتا ہو۔

وجبت لہ الجنۃ واکرمہ اللہ برویتہ۔

یعنی بہشت اس کے لیے واجب ہو جاتا ہے اور حق اللہ تاعلیٰ اس کو اپنے قرب سے اور دیدار سے معزز فرماتا ہے۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ میں نے اپنے علم امیرالمومنین کے علم کے مقابلہ میں ایسا پایا جیسے سمندر کے مقابلہ میں ایک قطرہ ہے اور ابن فخری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ ایک روز امیر علیہ السلام نے فرمایا:

لو شئت لاوقرت بباء بسم اللہ سبعین بعیرا۔

یعنی اگر میں چاہتا تو بسم اللہ کی تفسیر سے ستر اونٹ لاد دیتا نیز انہیں سے روایۃ ہے کہ ایک روز امیرالمومنین نے فرمایا کہ اگر میں چاہتا تو تمام لوگوں کے حالات سے خبر دیتا لیکن مجھے اس امر کا خیال ہے کہ کہیں میری محبت میں اس شریعت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منکر نہ ہو جائیں، حضرت امیرالمومنین علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے ایک عقیدت مند سے فرمایا کہ قرآن پاک میں کوئی آیت نازل نہیں ہوئی خشکی ہو یا تری میں میدان ہو یا پہاڑ میں۔ دن میں یا رات میں جس کا مجھ کو سب سے بڑھ کر علم نہ ہو کہ وہ کس کی شان

یں اور کون سے وقت میں نازل ہوئی ہے۔ روضۃ الشہداء میں منقول ہے کہ سلطان الاولیاء علی المرتضیٰ فرمایا کرتے تھے کہ خاتم الانبیاء نے مجھ کو علم کے ہزار باب تعلیم فرمائے ہیں کہ ہر ایک باب سے اور ہزار باب مجھ پر منکشف ہو گئے ہیں اور فصل خطاب میں ابن عباس سے روایت ہے کہ حق تعالیٰ نے علم کو دس حصوں پر پیدا کیا ان میں سے نو حصے تو صرف امیر المومنین کو عطا فرمائے اور ایک حصہ تمام والم پر تقسیم فرمایا اور خدا کی قسم کہ مرتضیٰ علی اس ایک حصے میں بھی ہم سب پر شریک غالب ہے یعنی اس ایک حصہ میں حضرت علی المرتضیٰ کا حصہ ہم سب سے بڑھ کر ہے اور شواہد النبوت میں ہے کہ علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ عارفوں کے سردار ہیں اور آپ کی ایسی باتیں ہیں کہ آپ سے پہلے کسی نے نہیں کی اور ان کے بعد بھی کوئی شخص ایسا کلام نہ کر سکے گا یہاں تک کہ ایک روز منبر پر فرمایا، اے لوگو! مجھ سے عرش کے ماسوا اور تمام چیزوں کی بابت جو چاہو سوال کرو کیونکہ میرے سینے میں بے شمار علوم ہیں اور لعاب رسالت پناہ کا اثر ہے اور یہ وہ چیز ہے جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ کو چسائی ہے مجھے اس خدا کی قسم ہے جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ اگر توریت و انجیل سے بات کرنے کا حکم ہو تو میں مسند بچھاؤں اور اس پر بیٹھ کر خبر دوں ان تمام چیزوں سے جو ان دونوں کتابوں کے اندر ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ اگر میں چاہتا تو اہلِ توریت میں توریت کے موافق اور اہلِ انجیل کے درمیان انجیل کے موافق اور اہلِ زبور کے درمیان زبور کے موافق اور اہلِ اسلام میں قرآن کے موافق حکم کرتا اور شواہد النبوۃ میں جنید بغدادی قدس سرہٗ سے منقول ہے کہ اگر امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ لڑائی جھگڑوں سے جو تقویت دین کے لیے مخالفین سے کیے گئے فرصت پاتے تو اس میں شک نہیں کہ امیر المومنین کرم اللہ وجہہ سے اس قدر علم حقائق و معارف منقول ہوتے کہ لوگوں کے دل ان کے ضبط

کرنے اور یاد رکھنے کی تاب نہ لاتے اور شواہد النبوت میں مرقوم ہے کہ جب امیرالمومنین علی کرم اللہ وجہہ شہر کوفہ میں تشریف لائے تو لوگ بے شمار جمع ہو گئے ان کے درمیان ایک جوان تھا اس نے ایک عورت سے نکاح کیا، ایک روز امیرالمومنین نے نماز صبح کے بعد ایک شخص سے فرمایا کہ فلاں جگہ ایک مسجد ہے اور اس مسجد کے متصل ایک گھر ہے اس گھر میں ایک مرد اور ایک عورت آپس میں جھگڑ رہے تھے دونوں کو میرے پاس حاضر کر وہ شخص جا کر دونوں کو بلا لایا، امیرالمؤمنین نے ان کی طرف منہ کر کے فرمایا کہ آج کی رات تم دونوں میں بہت جھگڑا ہوا اس جوان نے عرض کیا: یاامیرالمؤمنین میں جب اس عورت سے نکاح کر کے اس کے پاس گیا مجھ کو اس سے سخت نفرت پیدا ہوئی اگر میرا مقدور ہوتا تو مین اسی وقت اس کو اپنے پاس سے نکال دیتا اس وقت سے وہ برابر مجھ سے جھگڑتی رہی یہاں تک کہ جناب کا حکم پہنچا۔ اس وقت امیرالمومنین نے حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ بہت سی باتیں ایسی ہوتیں ہیں جن پر مخاطب کے سوا دوسرے کو واقف نہ کرنا چاہیے یہ سن کر سب کے سب وہاں سے اٹھ کر الگ ہو گئے تب آپ نے عورت سے مخاطب ہو کر فرمایا: کیا تو اس جوان کو پہچانتی ہے؟ وہ بولی: نہیں۔ فرمایا: میں بیان کروں جس سے تو پہچان لے لیکن شرط یہ ہے کہ انصاف اور سچائی کو ہاتھ سے نہ جانے دے اور سچ بتا دے۔ عورت نے عرض کی: میں سچائی اور راستی سے قدم نہ ہٹاؤں گی۔ فرمایا: تو فلاں بنت فلانہ ہے یعنی تیرا نام فلاں ہے اور تو فلاں عورت کی بیٹی ہے اور تیرا ایک چچیرا بھائی تھا تم دونوں ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے ایک رات تو قضائے حاجت کے لیے باہر گئی اور اس نے تجھ سے مجامعت کی اور تو اسی رات حاملہ ہو گئی اس کو تو نے اپنی ماں پر ظاہر کیا او رباپ سے پوشیدہ رکھا جب وضع حمل کا وقت قریب آیا تو رات تھی تیری ماں تجھ کو گھر سے

باہر لے گئی، جب بچہ پیدا ہوا تو اس کو ایک کپڑے میں لپیٹ کر دیواروں کے باہر جو لوگوں کے قضائے حاجت کا مقام ہے رکھ دیا۔ ایک کتے نے آ کر اس کو سونگھا تو نے ایک پتھر اس کی طرف پھینکا اتفاقاً وہ پتھر بچے کے سر پر لگا جس سے اس کا سر زخمی ہو گیا۔ تیری ماں نے اس کا سر باندھ دیا پھر اس کو تم وہیں چھوڑ کر چلی گئیں اور اس کا حال کچھ بھی تم کو معلوم نہ ہوا۔ اس عورت نے دل اور زبان سے اس کی تصدیق کر کے اقرار کیا کہ صورت حال بالکل اسی طرح ہے لیکن اس واقعہ کی میرے اور میری ماں کے سوا اور کسی کو خبر نہ تھی۔ تب حضرت امیر نے فرمایا کہ جب صبح ہوئی تو فلاں قبیلے کے ایک شخص نے اس بچے کو وہاں سے اٹھا کر پرورش کرنا شروع کی۔ یہاں تک کہ وہ جوان ہو گیا اور ان لوگوں کے ہمراہ کوفہ میں آ کر تجھ سے نکاح کیا اور اس جوان سے امیر نے فرمایا کہ اپنا سر ننگا کر اس نے اپنا سر ننگا کیا تو اس شکستگی کا نشان اس کے سر میں صاف ظاہر معلوم ہوا۔ اس وقت ارشاد فرمایا: اے عورت! یہی تیرا بیٹا ہے اور تو اس کی ماں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تجھ کو حرام سے محفوظ رکھا اپنے بیٹے کو لے جا اور چلی جا۔

اور شواہد النبوت میں ہے جندب بن عبداللہ الازدی سے روایت ہے کہ میں جنگ جمل و صفین میں جناب امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کی رکاب مستطاب میں حاضر تھا اور مجھے اس باب میں شک نہ تھا کہ حق ہماری طرف ہے لیکن جب میں جنگ نہروان میں شامل ہوا تو یہ میرے خیال میں گذرا کہ یہ سب لوگ ہمارے اقرباء اور نیک اشخاص ہیں ان کا قتل کرنا نہایت سخت اور مشکل ہے صبح کو پانی کا لوٹا لے کر لشکر گاہ سے باہر نکلا اور نیزہ زمین میں گاڑ کر ڈھال اس پر رکھی اور اس کے سایہ میں بیٹھ کر سوچنے لگا، ناگاہ امیر المومنین وہاں تشریف لائے اس وقت آپ کا چہرہ آفتاب تاباں کی طرح چمک رہا تھا اور مجھ سے پوچھا تیرے پاس کچھ پانی ہے میں نے لوٹا آگے کر دیا۔

لوٹا ہاتھ میں لے کر اتنی دور تک لگئے کہ نظر سے غائب ہو گئے بعد ازاں واپس آ کر وضوء
کیا اور اس ڈھال کے سایہ میں بیٹھ گئے ناگاہمیں نے ایک سوار دیکھا حضرت امیر
نے اس کا حال دریافت کیا میں نے عرضکیا یا امیر المومنین یہ سوار آپ کو تلاش کرتا ہے۔
فرمایا اسکو بلا۔ جب میں نے بلایا تو اس نے آگے ہو کر عرض کی یا امیر المومنین مخالفین
نہروں سے گزر کر دریا سے پار ہو گئے ہیں۔فرمایا: وہ ہرگز نہیں گذرے۔ اس سوار نے
کہا: خدا کی قسم وہ گذر گئے۔فرمایا: غلط ہے۔ وہ سوار بولا: خدا کی قسم جب تک میں نے
ان کے نشانوں کو دریا کے اس پار نہیں دیکھا میں نہیں آیا۔فرمایا: بالکل خلاف ہے
کیونکہ ان کے گرنے اور قتل ہونے کی جگہ یہاں ہے اور ان میں سے صرف دس سے کم
زندہ رہیں گے اور میرا اصحاب میں سے صرف نو شخص قتل ہوں گے یہ کہہ کر اٹھ کھڑے
ہوئے میں نے اپنے دل میں کہا: خدا کا شکر ہے کہ امیر کا حال معلوم کرنے کے لیے
ایک میزان ہاتھ لگ گئی ہے اور میں نے خدا سے عہد کیا کہ اگر مخالفین نہروں سے گذر
گئے ہوں گے تو پہلا شخص جو امیر سے مقابلہ کرے گا میں ہوں گا ورنہ لشکر اعدا کے
بہادروں کے ساتھ جنگ کرنے پر ثابت قدم اور مستقل رہوں گا جب میں نے صفوں
سے گذر کر دیکھا تو ان کے نشانات جہاں تھے وہیں قائم تھے۔ وہاں سے ذرا بھی حرکت
نہ کی تھی۔ اس وقت حضرت امیر نے میری پیٹھ کو ہلا کر فرمایا: اب تو اصل حقیقت تجھ پر
ظاہر ہو گئی۔ میں نے عرض کی: بے شک یا امیر المومنین۔ ارشاد فرمایا: اپنے کام میں
مشغول رہ کر تو ایک کو قتل کرے گا اور دوسرے سے مقابلہ کرتا رہ جائے گا اور ایسا ہی ہوا
کہ میں نے ایک دشمن کو قتل کیا اور دوسرے سے مقابل ہو کر اس پر زخم لگایا اور اس
نے مجھ پر وار کیا اور ہم دونوں بے خود ہو کر زمین پر گر پڑے اور اس وقت تک بے
ہوش رہے کہ امیر المومنین جنگ سے فارغ ہو گئے۔ الغرض جب شمار کیا گیا تو جیسا کہ

جناب امیر المومنین نے فرمایا تھا ویسا ہی ظہور میں آیا۔ ان کے نو آدمی باقی رہے باقی مارے گئے اور امیر المؤمنین کے اصحاب مستطاب سے صرف نو آدمی شہید ہوئے اور ایک کو حضرت امیر نے خبر دی تھی کہ تجھ کو فلاں جگہ فلاں خرمے کے درخت پر سولی چڑھائیں گے اور جیسا کہ امیر نے فرمایا: بعینہ واقع ہوا، نیز شواہد النبوۃ میں مرقوم ہے کہ ایک دن حجاج نے کمیل بن زیاد کو طلب کیا۔ کمیل غائب ہو گئے۔ اس لعین نے ان کی قوم کے وظیفے بند کر دیئے کمیل نے اپنے دل میں کہا کہ میری عمر اخیر ہو گئی ہے مناسب نہیں ہے کہ اپنی قوم کو محروم کر دوں۔ خود ہی اس کے پاس چلے آئے۔ حجاج نے کہا: میں یہی چاہتا تھا کہ کسی طرح تجھ پر قابو پاؤں، کمیل بولے میری عمر تھوڑی رہ گئی ہے جو تیرا دل چاہے سو کر اس لیے کہ امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ نے مجھ کو پہلے سے خبر دے دی ہے کہ میرا قاتل تو ہی ہے۔ حجاج نے فوراً قتل کر دیا۔ وہ شہید ہو گئے رحمۃ اللہ علیہ۔

نیز شواہد النبوۃ میں ہے کہ ایک دن حجاج نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کے اصحاب میں سے ایک کو گرفتار کروں اور اس کو قتل کروں اس کے خادموں نے کہا کہ ہم قنبر سے بڑھ کر حضرت امیر کے ساتھ عقیدت رکھنے والا اور کسی کو نہیں جانتے پس قنبر کو طلب کیا اور اس سے کہا کہ علی کے دین اور مذہب سے بریت اور بیزاری ظاہر کر۔ قنبر نے کہا: اس کے دین سے بڑھ کر اور بہتر دین کی طرف مجھ کو رہبری کر۔ حجاج بولا: میں تجھ کو قتل کروں گا جس طور سے قتل ہونا چاہتا ہے پسند کر لے۔ قنبر نے کہا: تجھے اختیار ہے جس طرح تو آج مجھے قتل کرے گا اسی طرح کل قیامت کے دن میں تجھے قتل کروں گا۔ کیونکہ حضرت علی نے مجھے خبر دی ہے کہ حجاج تجھے ظلم سے قتل کرے گا۔ الغرض اس لعین کے حکم سے قنبر کو شہید کیا گیا۔

اور شواہد النبوۃ میں ہے کہ جناب امیر المومنین نے براء بن عازب سے فرمایا

تھا۔ جب حضرت حسین کو مخالفانِ دین شہید کریں گے تو تُو اس کی مدد نہیں کرے گا۔ جب یزید ملعون نے امام حسین علیہ التحیۃ والثنا کو شہید کیا تو براء بن عازب نے کہا کہ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے سچ فرمایا تھا کہ امام حسین شہید ہوں گے اور میں اپنی غفلت کے سبب ان کی مدد نہ کرسکا اور بہت ہی ندامت اور شرمندگی کا اظہار کیا۔

اور شواہد النبوۃ میں ہے کہ امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ ایک سفر کو جاتے ہوئے جب کربلا میں سے گذرے تو اپنے دائیں اور بائیں طرف دیکھا اور روتے روتے اس جنگل سے گذرے اور فرمایا: خدا کی قسم یہ ہے ان کے اونٹ بٹھانے کی جگہ اور ان کے شہید ہونے کا مقام۔ حاضرین نے دریافت کیا: یاامیر المومنین یہ کون سی جگہ ہے؟ فرمایا: یہ کربلا ہے۔ یہاں کچھ لوگ قتل ہوں گے جو بے حساب بہشت میں داخل ہوں گے اس وقت کسی شخص نے بھی آپ کے کلام ولایت نظام کی تاویل کو نہ سمجھا یہاں تک کہ روزہ عاشورہ واقعہ شہادت امام حسین علیہ السلام واقع ہوا۔

اور معارج النبوۃ میں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب سرورِ کائنات علیہ افضل الصلوات نماز صبح ادا فرماتے تھے تو روئے مبارک اصحاب کی طرف کرتے تھے اور اس شفیع المذنبین کے انوار جبین کی شعاعوں سے اندوہ وغم کی تاریکی دوستوں کے دلوں سے دور ہو جاتی تھی ایک روز نماز صبح حسب معمولی جبین مبارک صحابہ کی طرف نہ فرمائی اور اشارہ سے علی بن ابی طالب کو معزز فرما کر اپنے ہمراہ مسجد سے باہر لائے اصحابکو حقیقت حال کی کچھ خبر نہ تھی یہاں تک کہ علی کو ہمراہ لے کر فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے حجرہ میں داخل ہوئے اور امیر سے فرمایا کہ حجرہ کے دروازے پر توقف کرو اور آنے والوں کو اندر آنے سے منع کرو بات یہ تھی کہ امام حسین پیدا ہوئے ہیں اور فرشتے زیارت کے لیے آتے ہیں اور مبارک دیتے ہیں اسی اثنا

میں ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے امیر کو دروازے پر کھڑا دیکھ کر پوچھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہاں ہیں؟ فرمایا: حجرہ میں ہیں اور مجھ کو آنے والوں کو روکنے کے لیے یہاں کھڑا کر گئے ہیں۔ ابوبکر نے کہا: مجھ کو اندر آنے کی اجازت ہے۔ امیر نے فرمایا: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک کام میں مشغول ہیں۔ پوچھا: کس کام میں ہیں؟ فرمایا: ایک فرزندارجمند پیدا ہوا ہے اور فرشتے اس کی زیارت اور مبارک باد دینے کے لیے آرہے ہیں اور اس وقت تک ایک لاکھ چوبیس ہزار فرشتے زیارت کو آچکے ہیں اور ابھی آرہے ہیں۔ ابوبکر اس تعداد کے معین کرنے اور اس بات پر امیر المومنین کے مطلع ہونے کی کیفیت سے نہایت متعجب اور حیران رہ گئے ایک ساعت کے بعد عمر بن الخطاب و عثمان بن عفان اور باقی اصحاب بھی وہاں آکر جمع ہو گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منتظر تھے کہ حضرت رسالت پناہ باہر تشریف لائے۔ ابوبکر نے جو کچھ امیر المومنین سے سنا تھا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے بھائی! تم کو اس بات پر کس نے مطلع کیا اور فرشتوں کی تعداد کیوں کر معلوم کی۔ عرض کی: میں افواجِ ملائکہ کے آنے سے واقف ہو جاتا تھا اور جو جماعت آتی تھی وہ اپنی زبان میں بیان کرتی تھی میں ان کی تعداد کو جمع کرتا جاتا تھا یہاں تک کہ اس حد تک پہنچ گئی یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

زادك الله عقلا یا علی۔

اے علی اللہ تیری عقل کو زیادہ کرے۔

نیز معارج النبوۃ میں حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ ایک یہودی ملک شام میں ہر شنبہ کو توریت پڑھا کرتا تھا ایک شنبہ کو توریت میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت (تعریف) چار مقام پر دیکھی ان مقامات کو کاٹ کر آگ میں جلا دیا۔ دوسرے شنبہ کو آٹھ جگہ لکھا دیکھا۔ ان مقامات کو بھی کاٹ کر آگ میں ڈال دیا۔ اس سے اگلے شنبہ کو

بارہ مقام پر حضور ﷺ کی تعریف لکھی دیکھی یہ دیکھ کر حیران رہ گیا اور بولا کہ میں ہر چند جلالت و عظمت محمد کی تعریفوں اور آپ کے کمالات کی صفات کو محو کرتا ہوں اس سے زیادہ تر مقامات میں مندرج اور ثابت ہو جاتی ہیں۔ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایک روز یہ نوبت ہو جائے گی کہ تمام توریت حضور ﷺ کی تعریف بن جائے گی۔بعد ازاں اپنے دوستوں سے حضور ﷺ کا حال دریافت کیا اور اپنا اشتیاق ظاہر کیا۔انہوں نے کہا کہ یہ محمد (ﷺ) جو تہامہ (مکہ) میں نبوت کا دعویٰ کرتا ہے اس کا نہ دیکھنا ہی بہتر ہے اس یہودی نے کہا: توریت کے حق کا واسطہ تم مجھ کو اس کی زیارت سے منع نہ کرو پس منزلیں طے کرتا ہوا شام سے مدینہ میں وارد ہوا۔اول ہی اول سلمان رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی۔ یہودی نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ محمد (ﷺ) کہاں ہیں؟ حالانکہ اس وقت حضور ﷺ کا دنیا سے انتقال ہوئے تیس روز گزر چکے تھے۔حضرت سلمان جواب دینے میں متفکر ہوئے۔اگر کہتا ہوں کہ حضور ﷺ دنیا سے انتقال فرما چکے ہیں تو طالب اپنے مطلوب کو نہ پہنچے تو نا امید ہو کر واپس ہو جائے گا اگر کہوں کہ زندہ ہیں تو خلاف واقع ہے۔پس یہ ہی کہا کہ آ تجھ کو ان کے اصحاب کے پاس لے چلوں پس یہودی کو لے کر مسجد میں آئے۔صحابہ وہاں پر نہایت محزون و مغموم بیٹھے تھے۔یہودی نے یہ گمان کر کے کہ حضور ﷺ اپنے صحابہ میں تشریف رکھتے ہیں کہا:

السلام علیك یا ابا القاسم و یا محمد۔

جب اس شخص نے حبیب کا نام لیا اصحاب سے یکبارگی نالہ وفریاد کی آواز بلند ہوئی اور تمام مجلس میں گریہ وزاری کا شور ہوا۔امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ نے اس شخص کو کہا کہ تو کون ہے کہ تو ہماری مصیبت کو تازہ کر رہا ہے۔معلوم ہوتا ہے کہ تو اس ملک کا رہنے والا نہیں ہے اور تجھ کو حضور ﷺ کے انتقال کی خبر نہیں ہے۔ایک مہینہ ہوا ہے

کہ وہ فلک نبوت کا چاند محاق میں آ گیا ہے اور دوستوں کو اپنے فراق میں مبتلا کر گیا ہے۔ یہودی نے اپنے حسرت بھرے دل سے ایک دردناک آہ کھینچ کر کہا:

کاش کہ ماں مجھے نہ جنتی اگر جنا تھا تو دودھ کی جگہ زہر دیتی۔ اگر ماں نے مجھے جنا تھا تو کاش کہ میں توریت نہ پڑھتا اور اگر پڑھتا تو محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اوصاف اس میں نہ دیکھتا جب آپ کے اوصاف دیکھے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیدار سے مشرف ہوتا۔ بعد ازاں کہا کہ کوئی شخص ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت وصورت کی تعریف مجھ سے بیان کرے۔ امیر علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا: مجھ سے سن۔ بولا: آپ کا نام کیا ہے؟ فرمایا: علی۔ عرض کی: میں نے آپ کا نام توریت میں لکھا ہوا دیکھا ہے۔ اب آپ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حلیہ مبارک بیان کیجیے۔ حضرت امیر نے فرمایا: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ مبارک اس قدر روشن تھا کہ اس کے مقابل آفتاب تاریک معلوم ہوتا تھا اور آپ کا قد دل پذیر نہایت معتدل تھا اور سر مبارک مدوّر اور گول تھا اور پیشانی کشادہ اور آنکھیں سیاہ اور بھویں ملی ہوئیں اور دانت کھلے کھلے۔ جب مسکراتے تو لبوں سے نور چمکتا تھا اور حضور پاک کی دونوں ہتھیلیاں گھر کا کاروبار کرنے کی وجہ سے سخت ہوگئی تھیں۔ آپ کا شکم مبارک پیٹھ سے جالگا تھا اور آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت واضح و ارظاہر تھی اور آپ کے گوشت پوست اور خون کے درمیان قلم قدرت سے کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا۔

جب امیر المومنین نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علامات اور نشانات اس طرح بیان فرمائے تو یہودی بولا: صدقت یا علی۔ اے علی تم نے سچ کہا میں نے توریت میں بھی ایسا ہی دیکھا ہے اب میں چاہتا ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لباس میں سے کوئی کپڑا ہو تو میں اس سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشبو مبارک سونگھوں۔ امیر علی کرم اللہ وجہہ نے سلمان سے

فرمایا کہ جا کر حضور ﷺ کا خرقہ مبارک لے آؤ۔ سلمان نے در دولت پر آ کر آواز دی۔ سیدۃ النساء کو سنا کہ رسول اللہ ﷺ کے فراق میں زاروزار رو رہی ہیں اور امامین حسن و حسین ماں کے سامنے بیٹھے ساتھ رو رہے ہیں۔ جب سلمان نے دروازے پر دستک دی تو جناب سیدہ نے فرمایا: کون ہے؟ سلمان نے عرض کی کہ اہل بیت کا خادم سلمان ہے۔ اور امیر المومنین نے مجھے بھیجا ہے اور حضور ﷺ کا جبہ مبارک طلب فرمایا ہے اور سلمان نے یہودی کے واقعہ کا ذکر کر کے تمام قصہ بیان کیا۔ سیدۃ النساء نے وہ خرقہ متبرکہ نکالا اور سلمان کے ہاتھ بھیج دیا اور اصحاب نے اس کو سر اور آنکھوں سے لگا کر یہودی کو دیا اس نے اس کی خوشبو سونگھی اور قبر مطہر نبی ﷺ پر آ کر نیازمندانہ آسمان کی طرف منہ اٹھا کر کہا:

اشهد ان لا اله الا الله و اشهد ان محمد ارسول الله اللّٰهم ان قبلت اسلامی فاقبض روحی فی الشفاعة۔

یعنی کلمہ پڑھا اور یوں دعا کی کہ اے خدا! اگر تو نے میرا اسلام کو قبول کر لیا ہے تو میری روح کو اسی وقت قبض کر لے۔ یہ کہا اور فوت ہو گیا۔ اصحاب مستطاب نے اس کی تجہیز و تکفین کر کے بقیع غرقد جنت البقیع میں دفن کر دیا۔

اور تفسیر ثعلبی میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ قرآن پاک سات حرف پر نازل ہوا ہے اور ہر ایک حرف کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن اور امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کو قرآن کا ظاہری اور باطنی علم حاصل ہے اور حرف سے اس قول میں یا تو قراءت مراد ہے یعنی قرآن سات قراءتوں پر نازل ہوا ہے یا حرف سے مراد اصل ہے کہ قرآن سات اصل پر نازل ہوا ہے، محکم، متشابہ، نص ظاہر، مجمل

ماؤل، ناسخ اور منسوخ۔

اور علامہ جار اللہ نے اربعین میں ذکر کیا ہے کہ جب حدیث انا مدینة العلم و علیؓ بابھا۔ بعض خوارج نے سنی تو حسد و بغض کی وجہ سے دس خارجی حضرت امیرالمومنین علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے کہ ہم میں سے ہر ایک شخص آپ سے ایک سوال کرے گا۔ اگر آپ نے ہم میں سے ہر شخص کے سوال کا جواب جدا جدا دیا۔ تب ہم جانیں گے کہ آپ بے شک علم رسول کے شہر کے دروازے ہیں امیرالمومنین کرم اللہ وجہہ نے فرمایا: پوچھو جو کچھ تمہارے دل میں آئے۔ تب ایک نے سوال کیا کہ علم بہتر ہے یا مال۔ فرمایا علم بہتر ہے مال سے۔ اس نے کہا: کس دلیل سے۔ فرمایا: اس لیے کہ علم پیغمبروں کی میراث ہے اور مال قارون اور ہامان کی میراث۔ دوسرے نے پوچھا: علم بہتر ہے یا مال؟ فرمایا: علم مال سے بہتر ہے کیونکہ مال کا تو خود نگہبان ہے اور علم خود تیرا نگہبان ہے۔ تیسرے کے جواب میں فرمایا کہ علم مال سے بہتر ہے اس لیے کہ مال کے دشمن بہت ہیں اور علم والے کے دوست بہت۔ چوتھے نے بھی وہی سوال کیا۔ جواب میں فرمایا: علم بہتر ہے مال سے کیونکہ مال خرچ کرنے سے کم ہوتا ہے اور علم خرچ کرنے سے بڑھ جاتا ہے۔ پانچویں کے جواب میں فرمایا: مال سے علم بہتر ہے کیونکہ صاحب مال کو بخیل کہتے ہیں اور صاحب علم کو کریم۔ چھٹے کے جواب میں فرمایا کہ علم بہتر ہے مال سے اس لیے کہ مال ی چور سے حفاظت کرنا ضروری ہے اور علم کو حفاظت کی ضرورت نہیں ہے۔ ساتویں کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ علم مال سے بہتر ہے کیونکہ صاحب مال سے کل روزِ قیامت کو حساب طلب کریں گے اور صاحب علم سے نہیں۔ آٹھویں کے جواب میں فرمایا کہ علم مال سے بہتر ہے کیونکہ مال مدت کے بڑھنے

سے پرانا ہوتا ہے اور علم پرانا نہیں ہوتا۔نویں کے جواب میں فرمایا کہ مال سے علم بہتر ہے اس لیے کہ علم سے دل روشن ہوتا ہے اور مال کی محبت سے دل سیاہ ہو جاتا ہے۔دسویں نے سوال کیا کہ علم بہتر ہے کہ مال۔فرمایا علم بہتر ہے مال سے اس لیے کہ مالدار فرعون کی طرح خدائی دعویٰ کرتا ہے اور صاحب علم کہتا ہے:

ما عبدناك حق عبادتك۔

ہم نے تیری عبادت نہیں کی جو تیری عبادت کا حق ہے۔

اور ان جوابات کے بعد فرمایا: اس خدا کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں علی بن ابی طالب کی جان ہے اگر تم سوال کرتے رہو جب تک میں زندہ ہوں تو ہر سوال کا جواب نیا اور غیر مکرر دیتا رہوں گا۔جب ان خوارج نے امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ سے اسی طرح کا علم اور دانائی کا مشاہدہ کیا۔دسوں شخص اپنے تابعداروں کے ساتھ تائب ہوئے اور توبہ کر کے سچے مومن ہو گئے۔

اس سے ظاہر ہے کہ امیر المومنین علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ علم کا منبع اور سرچشمہ تھے۔اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام علوم عطا فرمائے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ علوم حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ اور ائمہ اہل بیت کو منتقل فرمائے نیز حضرت علی کرم اللہ وجہہ ولایت مطلق کے منصب پر فائز تھے اس لیے جتنے اولیاء کرام ہیں ان کو علوم باطنیہ اور ولایت کا مقام حضرت علی اور اولادِ علی کے در دولت سے ملا ہے۔آپ کے فضائل و مناقب بے شمار ہیں پہلے گذر چکا ہے کہ آپ کے بارے میں قرآن پاک کی تین سو آیات نازل ہوئی ہیں اور امام احمد بن حنبل نے فرمایا ہے کہ جتنی احادیث صحیحہ حضرت علی شیر خدا کرم اللہ وجہہ کے بارے میں وارد ہوئی ہیں اتنی کسی اور صحابی کے حق میں وارد نہیں ہیں اور حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی اللہ اور اس کے رسول کی بارگاہ میں

بڑی عظمت اور شان ہے کہ قرآن پاک میں ایک آیت کریمہ کے حکم پر صرف حضرت علی المرتضیٰ نے عمل کیا ہے نہ اس حکم پر پہلے کسی نے عمل کیا ہے اور نہ بعد۔ چنانچہ آیت کریمہ یہ ہے:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُولَ فَقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوَاكُمْ صَدَقَةً ۚ ذَٰلِكَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَأَطْهَرُ ۚ فَإِن لَّمْ تَجِدُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿١٢﴾

(پ:۲۸،سورۃ مجادلہ،آیت:۱۲)

ترجمہ: اے ایمان والو! جب تم رسول سے کوئی بات آہستہ عرض کرنا چاہو تو اپنی عرض سے پہلے کچھ صدقہ دے لو یہ تمہارے لیے بہتر اور بہت ستھرا ہے۔ پھر اگر تمہیں مقدور نہ ہو تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں جب اغنیا نے عرض و معروض کا سلسلہ دراز کیا اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ فقراء کو اپنی عرض پیش کرنے کا موقعہ کم ملنے لگا تو عرض پیش کرنے والوں کو عرض پیش کرنے سے پہلے صدقہ دینے کا حکم دیا گیا اور اس حکم پر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے عمل کیا ایک دینار صدقہ کر کے دس مسائل دریافت کیے۔

عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم!

۱۔ وفا کیا ہے؟ فرمایا: توحید اور توحید کی شہادت دینا۔

۲۔ عرض کیا: فساد کیا ہے؟ فرمایا: کفر و شرک۔

۳۔ عرض کیا: حق کیا ہے؟ فرمایا: اسلام و قرآن اور ولایت (خلافت) جب تجھے ملے۔

۴۔ عرض کیا: راحت کیا ہے؟ فرمایا: اللہ کا دیدار۔

۵۔ عرض کیا: مجھ پر کیا لازم ہے؟ فرمایا: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طاعت۔

۶۔ عرض کیا: اللہ تعالیٰ سے کیسے دعا مانگوں؟ فرمایا: صدق ویقین کے ساتھ۔

۷۔ عرض کیا: کیا مانگوں؟ فرمایا: عافیت۔

۸۔ عرض کیا: اپنی نجات کے لیے کیا کروں؟ فرمایا: حلال کھا اور سچ بول۔

۹۔ عرض کیا: سرور کیا ہے؟ فرمایا: جنت۔

۱۰۔ عرض کیا: حیلہ کیا ہے؟ فرمایا: تدبیر۔

جب حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سوالوں سے فارغ ہو گئے تو یہ حکم منسوخ ہو گیا اور رخصت نازل ہوئی اور سوائے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اور کسی کو اس پر عمل کرنے کا وقت نہیں ملا۔ (تفسیر خزائن العرفان صفحہ ۸۶۸ بحوالہ تفسیر مدارک وخازن)

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے آیت کریمہ پر عمل کر لیا تو یہ حکم منسوخ ہو گیا اور حکم منسوخ ہونے میں یہ حکمت تھی کہ ظاہر ہو کہ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی یہ شان اور عظمت ہے کہ اس آیت کریمہ پر صرف حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے عمل کیا ہے اور کسی نے نہ اس پر پہلے عمل کیا ہے اور نہ بعد۔

نیز روایت ہے کہ خود امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ کتاب خدا میں ایک آیت ایسی ہے کہ مجھ سے پہلے کسی نے اس آیت پر عمل نہیں کیا اور میرے بعد بھی اس آیت پر کوئی عمل نہیں کرے گا اور وہ آیت مناجات ہے۔ فرماتے ہیں کہ میرے پاس ایک دینار تھا وہ میں نے صدقہ کر کے رسولِ خدا سے مناجات کا قصد کیا اور جب میں نے صدقہ کرنے کے بعد رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے مناجات کر لی تو آیت کریمہ ء اشفقتم ان تقدموا۔ (سورۃ مجادلہ) سے آیت مناجات کا حکم منسوخ ہو گیا۔

اور سورۃ دہر میں بھی حضرت علی المرتضیٰ اور دیگر اہلِ بیت اطہار کی عظمت اور

شان بیان کی گئی ہے اور سورۃ دہر مدنی ہے اور قرآن پاک میں کل سورتیں ایک سو چودہ ہیں اور مکی سورتیں متفق علیہ ۶۵ ہیں اور مدنی سورتیں متفق علیہ ۱۸ ہیں۔ مکی اور مدنی ہونے میں جن میں اختلاف ہے وہ ۳۱ ہیں اور قرآن پاک کے اندر چار قسم کی سورتیں ہیں ایک وہ جس میں ناسخ اور منسوخ دونوں ہیں وہ پچیس ہیں اور دوسری وہ جس میں صرف منسوخ ہیں وہ ۴۳ ہیں اور تیسری وہ جس میں صرف ناسخ ہیں وہ چھ ہیں اور چوتھی وہ ہیں جس میں نہ ناسخ ہیں اور نہ منسوخ ہیں اور وہ چالیس ہیں۔ مجموعہ ۱۱۴ ہوگیا اور قرآن پاک میں رکوع کل پانچ سو چالیس ہیں اور آیات چھ ہزار چھ سو ہیں اور تین لاکھ تیئس ہزار چھ سو اکہتر حروف ہیں۔ اور سورۃ دہر میں آیت:

وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا ﴿۸﴾ (پ:۲۹، سورۃ دہر)

ترجمہ: اور کھانا کھلاتے ہیں اس کی محبت پر مسکین اور یتیم اور اسیر (قیدی) کو۔

یہ آیت کریمہ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ اور حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا اور ان کی کنیز فضہ کے حق میں نازل ہوئی۔

حسنین کریمین رضی اللہ عنہما بیمار ہوئے ان حضرات نے ان کی صحت پر تین روزوں کی نذر مانی اللہ تعالیٰ نے صحت دی نذر کی وفا کا وقت آیا تو سب صاحبوں نے روزے رکھے۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ایک یہودی سے تین صاع (صاع ایک پیمانہ ہے) جو لائے۔ حضرت خاتونِ جنت نے ایک صاع تین دن پکایا لیکن جب افطار کا وقت آیا اور روٹیاں سامنے رکھیں تو ایک روز مسکین آیا ایک روز یتیم آیا ایک روز اسیر آیا اور تینوں روز یہ سب روٹیاں ان لوگوں کو دے دی گئیں اور صرف پانی سے روزہ افطار کر کے روزہ رکھ لیا گیا۔ (تفسیر خزائن العرفان، پ:۲۹، سورۃ دہر، نور الابصار صفحہ ۱۹۷)

نذر اور منت یہ ہے جو چیز آدمی پر واجب نہیں ہے وہ کسی شرط سے اپنے اوپر واجب کرے مثلاً یہ کہ اگر میرا مریض اچھا ہو جائے تو میں راہ خدا اس قدر صدقہ دوں گا یا اتنی رکعت نماز پڑھوں گا اس نذر کی وفا واجب ہوتی ہے۔ چونکہ حسنین کریمین بیمار ہوئے تو حضرت امیرالمومنین علی کرم اللہ وجہہ اور سیدہ فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا اور حضرت فضہ نے نذر اور منت روزے رکھنے کی کی کہ اگر حسنین کریمین کو صحت ہوگی تو ہم روزے رکھیں۔ اللہ تعالیٰ نے حسنین کریمین کو صحت عطا فرمائی تو ان حضرات نے نذر کی وفا کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے نذر کی وفا کی تعریف وتوصیف بیان فرمائی ہے اس نص قطعی سے ثابت ہوا کہ اہلِ بیت اطہار اگر وجوبی امر بھی ادا کریں تو اللہ تعالیٰ ان کی مدح وستائش کرتا ہے اور یہ ان کی فضیلت ومنقبت ہے۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اہلِ جنت نے جنت میں ایک روشنی دیکھی جو سورج کی روشنی کی طرح تھی۔ اس سے تمام جنتیں روشن ہوگئیں۔ اہل جنت حضرت رضوان بہشت کے داروغے سے کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے تو فرمایا کہ بہشت میں نہ دھوپ ہوگی نہ ٹھنڈک اور یہ روشنی کہاں سے آگئی، رضوان فرمائیں گے یہ روشنی نہ سورج کی ہے نہ چاند کی بلکہ حضرت فاطمۃ الزہراء اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہما کی ہے کہ وہ دونوں مسکرائے تو ان دونوں کے مسکرانے سے جنتیں روشن ہوگئیں ان کے حق میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْـًٔا مَّذْكُوْرًا ﴿۱﴾

هل اتى على الانسان الى ان قال كان سعيكم مشكورا۔

اور قرآن پاک میں ہے:

اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ۝۵۵

(پ:۶،سورۃ مائدہ،آیت:۵۵)

ترجمہ: تمہارا دوست تو صرف اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول اور وہ جو کہ ایمان والے ہیں جو کہ نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں حالات رکوع میں۔

اور تفسیر کشاف میں ہے کہ یہاں سوال وارد ہوتا ہے کہ آیۃ کریمہ میں جن کی موالاۃ کا ذکر ہے وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مومنین ہیں جب یہ تین ہیں تو ان کے لیے لفظ واحد ولیکم نہیں لانا چاہیے تھا بلکہ جمع کا صیغہ انّما اولیاء کم اللہ ہونا چاہیے تھا۔

جواب: جمع کا صیغہ انما اولیاء کم نہیں فرمایا بلکہ واحد کا صیغہ اِنَّما ولیکم فرما کر اس کی وضاحت کی ہے کہ ولایت اللہ تعالیٰ کے لے بالذات اور اصلاً ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مومنین کے لیے بالتبع ہے۔ اگر انما اولیاء کم اللہ و رسولہ والذین آمنوا فرمایا جاتا تو پھر اصل اور تبع کی صورت نہ ہوتی اور وھُمْ راکعون حال ہے۔ یؤتون الزکوۃ سے کہ وہ زکوٰۃ ادا کرتے ہیں نماز میں حالت رکوع میں و انھا نزلت فی علی کرم اللہ وجھہ حین سألہ سائل وھو راکع فی صلواتہ کہ یہ آیت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے حق میں نازل ہوئی ہے جب آپ نماز میں حالت رکوع میں تھے تو ایک سائل نے سوال کیا آپ نے سال کو چھوٹی انگلی سے انگوٹھی عطا فرمائی یہ انگوٹھی آپ کی چھنگلیا میں تھی یہ انگوٹھی دیتے وقت عمل کثیر نہیں تھا

جوکہ نماز کے لیے فساد کا سبب ہوتا ہے لہٰذا اس عمل قلیل سے نماز میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی۔

اور علامہ جاراللہ زمخشری فرماتے ہیں کہ یہاں سوال وارد ہوتا ہے کہ یہ واقعہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے لیے صحیح نہیں ہے کیونکہ آیت میں یقیمون الصلٰوۃ و یوتون الزکٰوۃ وھم راکعون کے الفاظ تو جمع کے ہیں اگر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے لیے یہ آیت ہوتی تو پھر لفظ واحد کا چاہیے تھا۔

جواب: صاحب کشاف فرماتے ہیں سبب یہاں اگرچہ ایک ذات ہے مگر جمع کے الفاظ اس لیے لائے گئے ہیں تاکہ اس طرح عمل کرنے کی لوگوں میں رغبت ہوتا کہ وہ بھی اس طرح عمل کر کے ثواب حاصل کریں اگرچہ نماز کی حالت میں ہوں۔ نیز ایمان والوں کو اس عمل پر آمادہ کرنا ہے کہ وہ نیکی اور احسان کرنے میں ہرگز تاخیر نہ کریں۔

(تفسیر کشاف صفحہ ۶۲۴، جلد:۱)

الغرض آیت کریمہ انّما ولیکم اللہ و رسولہ آخر تک، حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے حق میں نازل ہوئی ہے جس میں فرمایا گیا ہے کہ تمہارے دوست اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور ایمان والے ہیں جب یہ آیت کریمہ حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے تو ثابت ہوا کہ تمہاری محبت اور دوستی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ اور حضرت علی مرتضیٰ شیر خدا کرم اللہ وجہہ کے ساتھ ہونی چاہیے جو کہ تمہارے ولی اور دوست ہیں اور حضرت حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ نے حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے اس عمل اور واقعہ کو آپ کی مدح اور تعریف میں نظم کیا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے:

"اے علی ابوالحسن! آپ پر میری جان اور میری روح اور رہبر ہدایت

والا قربان ہوں آپ کی مدح کرنے والا کبھی برباد نہ ہوگا اور آپ ہی وہ ہیں جنہوں نے رکوع کرتے وقت زکوٰۃ ادا کی۔ اے بہترین رکوع کرنے والے تم پر میری جان فدا، اللہ تعالیٰ نے تمہارے بارے میں بہترین ولایت کی آیت اتاری اور اسے قرآن جیسی شریعت کی کتاب میں محفوظ فرمایا ہے۔"

(تفسیر روح المعانی صفحہ ۱۶۷، الجزء السادس)

اور قرآن پاک میں ہے:

اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجۡعَلُ لَهُمُ الرَّحۡمٰنُ وُدًّا ﴿۹۶﴾ (پ:۱۶، سورہ مریم)

ترجمہ: بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے جلد ہی اللہ تعالیٰ ان کے لیے محبت پیدا کرے گا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ یہ آیت امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی شان میں نازل ہوئی ہے اور اللہ تعالیٰ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی محبت اور مودت مومنوں کے دلوں میں پیدا کر دی ہے۔

علامہ ابن حجر مکی نے صواعق محرقہ میں ذکر کیا ہے کہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے علی! دعا کرو۔ یا اللہ مجھ سے عہد فرما کہ میری محبت مومنوں کے دل میں ڈال دے۔ (اوراقِ غم صفحہ ۲۱۶)

نیز اوراقِ غم میں ہے کہ قرآن پاک میں بہت سی آیات ہیں جو کہ حضرت علی کی فضیلت میں وارد ہیں۔ چنانچہ سورہ رعد میں ہے:

اِنَّمَآ اَنۡتَ مُنۡذِرٌ وَّلِكُلِّ قَوۡمٍ هَادٍ۔

حضور سید یوم النشور ﷺ نے فرمایا: میں مُنذر ہوں اور علی ھاد۔ (ہدایت کرنے والے) ہیں۔

تفسیر درمنثور میں ہے:

وَالَّذِیۡ جَآءَ بِالصِّدۡقِ وَصَدَّقَ بِهٖۤ اُولٰٓئِكَ هُمُ الۡمُتَّقُوۡنَ۝۳۳

کی بابت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہ علی کی تعریف کی ہے اور حافظ ابونعیم حلیہ میں ابن عساکر سے بھی یہی روایت کرتے ہیں اور کُوۡنُوۡا مَعَ الصادقین کے ماتحت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ علی سید الصادقین ہیں ایسا ہی تفسیر ثعلبی اور درمنثور سیوطی میں ہے:

اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّيۡقُوۡنَ ۖ وَالشُّهَدَآءُ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ ؕ لَهُمۡ اَجۡرُهُمۡ وَنُوۡرُهُمۡ ؕ

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ یہ آیت علی کی شان میں ہے از مسند امام احمد و تفسیر ثعلبی۔

اَفَمَنۡ كَانَ مُؤۡمِنًا كَمَنۡ كَانَ فَاسِقًا ؕ

صاحب کشاف فرماتے ہیں کہ اس آیت کریمہ میں مومن سے مراد علی ہیں اور فاسق سے مراد ولید بن عتبہ ہے۔

مِنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ رِجَالٌ صَدَقُوۡا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيۡهِ ۚ فَمِنۡهُمۡ مَّنۡ قَضٰى نَحۡبَهٗ وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ يَّنۡتَظِرُ ۖ

اس آیت کریمہ سے حضرت علی کی شہادت کی طرف اشارہ ہے۔

علامہ ابن حجر مکی صواعق محرقہ میں حجرت عکرمہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ و جہہ نے کہا کہ یہ آیت میرے چچا سیدنا حمزہ سید الشہداء اور چچازاد بھائی عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل فرمائی۔

عبیدہ جنگ بدر میں مرتبہ شہادت پا چکے اور حمزہ جنگ احد میں شہید ہوئے اور میں اس امت کے بدترین خبیث کا منتظر ہوں۔ پھر آپ نے اپنا دست اقدس محاسن مبارک پر پھیر کر فرمایا: مجھ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ یہ خون سے رنگی جائے گی۔

(اوراقِ غم صفحہ ۲۱۵)

اور کشف المحجوب میں ہے کہ آیہ کریمہ و من الناس من یشری نفسه ابتغا مرضات الله حضرت علی کرم اللہ و جہہ کی شان میں نازل ہوئی ہے جبکہ ہجرت کے وقت حضرت علی کرم اللہ و جہہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بستر پر لیٹ گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابوبکر کے ہمراہ مکہ معظمہ سے نکل کر غار میں رونق افروز ہو گئے۔ کفار مکہ نے قتل پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قصد کر رکھا تھا۔ باری تعالیٰ نے جبرائیل اور میکائیل کو فرمایا: تم دونوں میں بھائی چارہ ہے ایک کی عمر دوسرے سے دراز ہے تم میں سے کون دوسرے کو مقدم سمجھ کر پہلے کو موت کے لیے تیار ہوگا۔ دونوں میں سے کوئی تیار نہ ہوا۔ حق تعالیٰ نے فرمایا: علی کا مقام دیکھو اس کے اور میرے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان برادری ہے اس نے قتل و مرگ کو قبول کیا اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بستر پر لیٹ گیا۔ جان قربانی کے لیے پیش کی اور زندگی کا ایثار کیا تم دونوں زمین پر جاؤ اور دشمنوں سے اس کی حفاظت کرو۔

حسبِ حکم دونوں زمین پر آئے اور حضرت علی کے سرگاہ اور پایگاہ بیٹھ گئے۔

جبرائیل نے کہا:

بخ بخ من مثلك یا ابن ابی طالب أن الله تعالیٰ یباھی علی ملائکتہ۔

شاباش اے فرزند ابی طالب تیرے برابر کون ہوسکتا ہے کہ حق تعالیٰ تیری فضیلت اپنے فرشتوں سے بیان کر رہا ہے اور تو میٹھی نیند سو رہا ہے۔

اس وقت یہ آیت ان کی شان میں نازل ہوئی:

وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ یَّشۡرِیۡ نَفۡسَهُ ابۡتِغَآءَ مَرۡضَاتِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ رَءُوۡفٌۢ بِالۡعِبَادِ ﴿۲۰۷﴾

ترجمہ: لوگوں میں وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے اپنی جان فروخت کر دیتا ہے اور اللہ اپنے بندوں پر مہربان ہے۔

(کشف المحجوب صفحہ ۲۷۸)

اس سے ظاہر ہے کہ امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ، رسول پاک ﷺ کے ساتھ بہت زیادہ محبت رکھتے تھے ہر موقعہ پر اپنی جان حضور ﷺ پر فدا کرنے پر تیار رہتے تھے اور حضور ﷺ بھی تمام سے زیادہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو عزیز سمجھتے تھے۔

چنانچہ حضور ﷺ نے جنگ خیبر کے موقعہ پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بارے میں فرمایا کہ علی اللہ اور رسول سے محبت رکھنے والا ہے، اور اللہ اور اس کا رسول علی سے محبت رکھنے والا ہے۔

اور جنگ خیبر ۷ ہجری میں ہوئی تھی اور خیبر میں یہود نے آٹھ قلعے بنائے ہوئے تھے ان قلعوں کو خیبر کہا جاتا ہے۔ (مدارج النبوت صفحہ ۲۳۶، جلد:۲)

جب رسول اللہ ﷺ کو اطلاع ہوئی کہ یہود قبیلہ غطفان سے مل کر مدینہ منورہ پر حملہ کرنے والے ہیں تو ان کے حملہ کو روکنے کے لیے حضور ﷺ سولہ سو صحابہ کا لشکر ساتھ لے کر خیبر روانہ ہوئے اور اس لشکر کے لیے تین جھنڈے تھے، ایک جھنڈا حضرت حباب بن منذر رضی اللہ عنہ کو دیا اور ایک جھنڈے کا علمبر دار حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو بنایا اور خاص علم نبوی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دست مبارک میں عنایت فرمایا اور حضور ﷺ رات کے وقت حدود خیبر میں اپنے لشکر کے ساتھ پہنچ گئے اور نماز فجر کے بعد شہر میں داخل ہوئے۔ جب یہود نے حضور ﷺ کو دیکھا تو شور مچانے لگے اور چلا چلا کر کہنے لگے کہ خدا کی قسم لشکر کے ساتھ محمد (ﷺ) ہیں اس وقت حضور ﷺ نے فرمایا کہ خیبر برباد ہو گیا، بلاشبہ ہم جب کسی قوم میں اتر پڑتے ہیں تو کفار کی صبح بری ہو جاتی ہے۔ (بخاری صفحہ ۶۰، جلد: ۲)

یہودیوں نے اپنی عورتوں اور بچوں کو ایک محفوظ قلعہ میں پہنچا دیا اور راشن کا ذخیرہ قلعہ ناعم میں جمع کر دیا اور فوجوں کے لیے قلعہ "نطاۃ اور قموص" رکھا۔ اور مرحب یہودی جو عرب کے بہادروں میں ایک ہزار سوار کے برابر مانا جاتا تھا سب سے زیادہ اور محفوظ قلعہ قموص تھا اس قلعہ کا رئیس تھا اور سلام بن مشکم یہودی اگرچہ بیمار تھا مگر وہ بھی قلعہ نطاۃ میں فوجیں لے کر موجود تھا اور یہودیوں کے پاس تقریباً بیس ہزار فوج تھی جو مختلف قلعوں کی حفاظت کے لیے مقرر تھی اور قلعہ ناعم اور دوسرے قلع بآسانی و جلدی فتح ہو گئے لیکن قلعہ "قموص" چونکہ بہت ہی مضبوط اور محفوظ قلعہ تھا اور یہاں یہودیوں کی فوجیں بھی بہت زیادہ تھیں اور یہویوں کا سب سے بڑا بہادر "مرحب" خود اس قلعہ کی حفاظت کرتا تھا اس لیے اس قلعہ کو فتح کرنے میں بڑی دشواری ہوئی کئی روز تک یہ مہم سر نہ ہو سکی حضور ﷺ نے اس قلعہ کے فتح کے لیے ایک دن حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ

کی کمان میں اسلامی فوج کو چڑھائی کے لیے بھیجا اور انہوں نے بہت ہی شجاعت اور جان بازی کے ساتھ حملہ کیا مگر یہودیوں نے قلعہ کی فصیل پر سے اس زور کی تیراندازی اور سنگباری کی کہ مسلمان قلعہ کے پھاٹک تک نہ پہنچ سکے اور رات ہوگئی دوسرے دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے زبردست حملہ کیا اور مسلمان بڑی گرم جوشی کے ساتھ بڑھ بڑھ کر دن بھر قلعہ پر حملہ کرتے رہے مگر قلعہ فتح نہ ہوسکا۔ چونکہ قلعہ کا فتح ہونا حضرت علی حیدر کرار کے مقدر میں لکھا تھا۔ اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

لاعطين الراية غدا رجلا يفتح الله على يديه يحب الله و رسوله و يحبه الله و رسوله۔

ترجمہ: کل میں اس آدمی کو جھنڈا دوں گا جس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ فتح دے گا وہ اللہ اور رسول کا محب بھی ہے اور محبوب بھی۔

راوی نے کہا کہ لوگوں نے یہ رات بڑے اضطراب میں گذاری کہ دیکھئے کل کس کو جھنڈا دیا جاتا ہے۔ (سیرت مصطفیٰ صفحہ: ۳۱۲ بحوالہ بخاری صفحہ ۲۰۵ غزوہ خیبر)

صبح ہوئی تو صحابہ کرام حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت اقدس میں بڑے شوق کے ساتھ یہ تمنا لے کر حاضر ہوئے کہ یہ اعزاز و شرف ہمیں مل جائے۔ اس لیے کہ جس کو جھنڈا ملے گا اس کے لیے تین بشارتیں ہیں:

۱- وہ اللہ اور رسول کا محب ہے۔

۲- وہ اللہ اور رسول کا محبوب ہے۔

۳- خیبر اس کے ہاتھ سے فتح ہوگا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ اس روز مجھے بڑی تمنا تھی کہ کاش آج مجھے جھنڈا

عنایت ہوتا وہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ اس موقع کے سوا مجھے کبھی بھی فوج کی سرداری کی تمنا نہ ہوئی تھی۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ دوسرے صحابہ کرام بھی اس نعمت عظمیٰ کے لیے ترس رہے تھے۔ (سیرتِ مصطفیٰ صفحہ ۳۱۳، بحوالہ مسلم صفحہ ۲۷۹ جلد: ۲، باب من فضائل علی)

جب صبح ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو بلایا تو لوگوں نے عرض کیا کہ ان کی آنکھوں میں آشوب ہے۔آپ نے قاصد بھیج کر ان کو بلایا اور ان کی دکھتی ہوئی آنکھوں میں اپنا لعاب دہن لگا دیا اور دعا فرمائی تو فوراً ہی انہیں ایسی شفا حاصل ہوگئی کہ گویا انہین کوئی تکلیف تھی ہی نہیں۔ پھر تاجدارِ دو عالم و نے اپنے دست مبارک سے اپنا علم نبوی جو حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی سیاہ چادر سے تیار کیا گیا تھا۔حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں عطا فرمایا۔حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے قلعہ قموص کے پاس پہنچ کر یہودیوں کو اسلام کی دعوت دی لیکن انہوں نے دعوت کا جواب اینٹ اور پتھر اور تیر و تلوار سے دیا اور قلعہ کا رئیس اعظم "مرحب" خود بڑے طنطنہ کے ساتھ نکلا سر پر یمنی زرد رنگ کا ڈھاٹا باندھے ہوئے اور اس کے اوپر پتھر کا خود پہنے ہوئے رجز کا یہ شعر پڑھتے ہوئے حملہ کے لیے آگے بڑھا کہ

قد علمت خیبر انی مرحب! شاکی السلاح بطل مجرب۔

ترجمہ: خیبر خوب جانتا ہے کہ میں مرحب ہوں اسلحہ پوش ہوں، بہت ہی بہادر اور تجربہ کار ہوں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اس کے جواب میں رجز کا یہ شعر پڑھا:

انا الذی سمتنی امی حیدرہ

کلیث غابات کریہ المنظرۃ

ترجمہ: میں وہ ہوں کہ میری ماں نے میرا نام حیدر (شیر) رکھا ہے۔میں
کچھا کے شیر کی طرح ہیبت ناک ہوں۔

مرحب نے بڑے طمطراق کے ساتھ آگے بڑھ کر حضرت شیر خدا پر اپنی تلوار سے وار کیا مگر آپ نے ایسا پینترا بدلا کہ مرحب کا وار خالی گیا۔پھر شیر خدا نے بڑھ کر اس کے سر پر اس زور کی تلوار ماری کہ ایک ہی ضرب سے کو دکٹا، مغفر کٹا اور ذوالفقار حیدری سر کو کاٹتی ہوئی دانتوں تک اتر آئی اور تلوار کی مار کا تڑاکہ فوج تک پہنچا اور مرحب زمین پر گر کر ڈھیر ہو گیا۔(مسلم صفحہ ۱۱۵، جلد:۲)

مرحب کی لاش کو زمین پر تڑپتے ہوئے دیکھ کر اس کی تمام فوج حضرت شیر خدا پر ٹوٹ پڑی۔لیکن ذوالفقار حیدری بجلی کی طرح چمک چمک کر گرتی تھی جس سے صفیں کی صفیں اُلٹ گئیں اور یہودیوں کے مایہ ناز بہادر مرحب، حارث وغیرہ کٹ گئے اسی گھمسان کی جنگ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ڈھال کٹ کر گر پڑی تو آپ نے آگے بڑھ کر قلعہ قموص کا پھاٹک اکھاڑ دیا اور کواڑ کو ڈھال بنا کر اس پر دشمنوں کی تلوار روکتے رہے یہ کواڑ اتنا بڑا اور وزنی تھا کہ بعد کو چالیس آدمی اس کو نہ اٹھا سکے۔

(زرقانی صفحہ ۲۳۰ جلد:۲)

جنگ جاری تھی کہ حضرت علی شیر خدا نے کمال شجاعت کے ساتھ لڑتے ہوئے خیبر کو فتح کر لیا اور حضرت صادق الوعد صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان صداقت کا نشان بن کر فضاؤں میں لہرانے لگا اور خیبر کی فتح حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ہاتھ پر ہوئی اور قیامت تک کے لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو فاتح خیبر کے معزز لقب سے سرفراز فرمایا اور یہ ایک

حقیقت مسلمہ ہے کہ فاتح خیبر کی ذات سے تمام اسلامی فتوحات کا سلسلہ وابستہ ہے ان معرکوں میں ترانوے یہودی قتل ہوئے اور پندرہ مسلمان شہید ہوئے۔

(سیرتِ مصطفیٰ صفحہ ۲۱۵، بحوالہ زرقانی صفحہ ۲۲۸ جلد: ۲)

اس سے ثابت ہوا کہ حضرت علی شیرِ خدا کرم اللہ وجہہ اللہ اور اس کے رسول کے محب ہیں، اللہ اور رسول کے محبوب بھی ہیں جب حضرت علی شیرِ خدا کرم اللہ وجہہ اللہ اور رسول کے محبوب ہیں تو اب جو حضرت علی شیرِ خدا کرم اللہ وجہہ سے محبت کرے گا وہ مومن ہوگا اور جو حضرت علی شیرِ خدا سے محبت نہیں کرے گا وہ مومن نہیں ہوگا بلکہ بے دین خارجی اور ناصبی ہوگا۔ چنانچہ بہارِ شریعت میں ہے کہ اہلِ بیت کرام رضی اللہ عنہم مقتدایانِ اہلِ سنت ہیں جو ان سے محبت نہ رکھے مردود ملعون خارجی ہے۔

(بہارِ شریعت صفحہ ۷۷ حصہ اول)

غرضیکہ خارجی اور ناصبی وہ ہے جو حضرت علی اور اولادِ علی سے بغض وعناد رکھے اور خوارج قصہ حکمین مقام دومۃ الجندل پر حضرت علی شیرِ خدا کرم اللہ وجہہ سے منحرف ہو کر علیحدہ ہو گئے تھے اور انہوں نے لوگوں میں جھگڑا تنازع فساد اور قتل وغارت کا آغاز کر دیا تو لشکر امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ حضور قتل وغارت مومنین پر تمام خوارج کمربستہ ہیں اور ہر وقت خون ریزی پر تلے ہوئے ہیں لہٰذا مناسب یہ ہے کہ پہلے ان کی سرکوبی کی جائے۔ چنانچہ حضرت مولیٰ علی شیرِ خدا کرم اللہ وجہہ نے ان کی طرف لشکرکشی فرمائی اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو بھیجا جب لڑائی نے زور پکڑا تو خود بنفس نفیس ان کی طرف روانہ ہوئے اور اتمام حجت کے لیے وعظ فرمایا وار عذابِ الٰہی سے ڈرایا، نتیجہ یہ ہوا کہ آٹھ ہزار آدمی خوارج سے نکل کر لشکر امیر المومنین میں زاروزار روتے ہوئے آکر ملے۔

حضرت ابن کوا کہ سردار لشکر خوارج تھے یہ بھی دس آدمی ہمراہ لے کر مذہب خوارج سے انحراف کر کے لشکر امیر المومنین میں آملے۔خوارج نے جب کمزوری دیکھی تو عبداللہ بن وھب اور حرقوص بن زھیر کو ایک سریہ کا سردار بنا کر نہروان کی طرف روانہ کیا یہ حرقوس ؟؟ زھیر وہی ہے جسے ذوالثدیہ بھی مورخین نے لکھا ہے جب مولیٰ علی نے یہ سنا تو اس لشکر کا تعاقب فرمانے کو روانہ ہوئے اس لڑائی کی پیشگوئی آقائے مدینہ ﷺ نے حضرت علی شیر خدا کو فرمادی تھی اور جس جماعت کے مقابلہ کے لیے مولیٰ علی شیر خدا تشریف لے جارہے تھے اسے حضور ﷺ نے طائفہ مارقین فرمایا تھا۔

شواہد النبوۃ میں ہے کہ حضرت شیر خدا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو خبر دی گئی تھی کہ عنقریب تم جماعت مارقین سے محاربہ کرو گے اور اس لشکر کا سردار ذوالثدیہ ہوگا اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں حضور سید یوم النشور ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر تھا۔آپ کچھ سامان تقسیم فرمارہے تھے کہ ایک شخص قبیلہ بنی تمیم سے اٹھا کر اُسے ذوالثدیہ کہتے تھے اور حضور ﷺ کے آگے آکر بکنے لگا:

اعدل یا رسول اللہ۔

حضور عدل فرمائیے۔

حضور ﷺ نے یہ سن کر فرمایا:

ویحك من یعدل بعدی۔

تجھ پر افسوس ہے میرے بعد پھر کون عدل کرے گا اگر میں عدل نہیں کروں گا تو عدل دنیا سے اُٹھ جائے گا۔فاروق اعظم رضی اللہ عنہ حاضر تھے، آگے بڑھے اور عرض کی:

حضور ﷺ اجازت دیجئے میں ابھی اس کی گردن اڑاؤں۔حضور ﷺ نے فرمایا:

عمر! چھوڑو اس کے ساتھ ایک جماعت پیدا ہوگی۔

تحقرون صلواتکم بصلواتھم و صیامکم بصیامھم یقرؤن القرآن لا یجاوز حناجرھم یمرقون من الدین کما یمرق السھم من الرمیۃ ثم لا یعود۔

ترجمہ: تم ان کی نمازوں سے اپنی نمازوں کو حقیر جانو گے اور اپنے روزوں کو ان کے روزوں سے حقیر جانو گے قرآن پڑھیں گے مگر ان کے حنجروں سے نیچے نہ گذرے گا دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر تیز شکار سے کہ پھر لوٹتا نہیں۔

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فرمایا: اور بے شک حسب پیشگوئی ویسا ہی ہوا اور حضرت علی مرتضیٰ نے ان سے محاربہ و مجادلہ فرمایا اور میں اس لشکر میں تھا چنانچہ جب اس لشکر کے پیشرو کو دیکھا تو وہی حلیہ تھا جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا۔ (اوراقِ غم صفحہ ۲۲۴)

اس روایۃ کو امام نسائی نے بھی اپنی سند کے ساتھ شریک سے روایۃ کیا ہے کہ میں چاہتا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ میں سے کسی سے ملاقات کروں اور اس سے خوارج کے بارے دریافت کروں۔ چنانچہ میں ابوبرزہ سے ملا میں نے اس کو کہا کیا تم نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خوارج کا ذکر کرتے ہوئے سنا ہے اس نے کہا: ہاں میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اور اپنے کانوں سے سنا ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس مال آیا آپ نے تقسیم فرمایا۔ جو آپ کے دائیں طرف تھے ان کو دیا اور جو بائیں طرف

تھے ان کو نہ دیا اور ان میں سے ایک سیاہ رنگ کا آدمی کھڑا ہوا وہ کہنے لگا: یا محمد ما عدلت فی القسمة کہ اے محمد (ﷺ) آپ نے مال تقسیم کرنے میں انصاف نہیں کیا یہ بات سن کر حضور ﷺ سخت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ میرے سوا زیادہ عادل کون ہو سکتا ہے۔ پھر فرمایا: آخر زمانہ میں میں ایک قوم ہو گی یہ ان میں سے ہے وہ قرآن پڑھیں گے مگر قرآن ان کے حلقوم سے نیچے نہیں اُترے گا وہ اسلام میں سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے کہ تیر شکار سے ان کی خصوصی نشانی یہ ہو گی کہ ان کے سر مونڈے ہوئے ہوں گے وہ طبعی طور پر مخلوق میں سے شریر ہوں گے۔

(مشکوٰۃ المصابیح صفحہ:۳۰۹)

اور روایت ہے کہ جب لشکر شیر خدا کرم اللہ وجہہ نہروان کے راستہ میں ایک گرجا کے پاس گذرا تو اس کنیسہ سے ایک بوڑھا مرد بالا خانہ پر آیا اور پکارا کہ اے لشکر اسلام اپنے پیشوا کو کہو کہ وہ میرے پاس تشریف لائیں آپ سے عرض کیا گیا: آپ نے عنان مرکب اس طرف پھیری جب آپ اس سے قریب ہوئے تو اس نے عرض کی: اے سردار لشکر کہاں تشریف لے جا رہے ہو۔ آپ نے فرمایا: دشمنانِ دین کی سرکوبی کے لیے راہب نے عرض کی: ٹھہریئے اور لشکر کو روکئے اس لیے کہ آج کل ستارہ مسلمین ھبوط میں ہے اور طالع مسلمین ضعیف، چند روز بعد جب کوکب ھابط صعود کی طرف متوجہ ہو جائے اور طالع مسلمین قوت پا جائے آپ جہاں چاہیں جائیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: راہب کیا تم علم آسمانی رکھتے ہو؟ اس نے کہا: ہاں۔ آپ نے فرمایا: فلاں ستارے کی سیر سے خبر دے۔ اس نے عرض کی: قسم خدا کی میں نے اس ستارے کا نام بھی نہیں سنا پھر آپ نے اور سوال فرمایا۔ پھر اس نے وہی جواب دیا۔ تو آپ نے

فرمایا: علم آسمانی سے اتنی خبر بھی تجھ کو نہیں تو پھر ہم تیری کیا مانیں۔ پھر فرمایا: زمین کے حالات سے بھی واقف ہے۔ عرض کی: ہاں۔ آپ نے فرمایا: تو جہاں کھڑا ہے تجھے معلوم ہے تیرے قدموں کے نیچے کیا چیز مدفون ہے۔ عرض کی: میں یہ بھی نہیں جانتا۔ آپ نے فرمایا: ایک برتن ہے جس میں اتنے دینار ہیں۔ راہب نے عرض کی: آپ یہ بات کس دلیل سے فرمارہے ہیں؟ حضرت علی نے فرمایا: مجھے میرے آقا و مولیٰ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تو جب حرب نہروان پر جائے گا تو راستہ میں ایک راہب ملے گا وہ منع کرے گا اس کے پاؤں کے نیچے ایک برتن پُر از دینار ہوگا جس میں اتنے دینار ہوں گے اس کے منع کرنے سے نہ رکنا، علی تیرے لشکر کے دس آدمی سے زیادہ شہید نہیں ہوں گے اور دشمن کے لشکر کے دس سے زیادہ بچ کر نہ جائیں گے۔ راہب یہ سن کر متحیر ہوا اور جہاں کھڑا تھا اسے کھودا وہ برتن برآمد ہوا اور اسی قدر دینار نکلے جتنے شیر خدا کرم اللہ وجہہ نے بتائے تھے۔ چنانچہ راہب کنیسہ سے باہر آیا اور حضرت شیر خدا کے دست اقدس پر مسلمان ہوا۔ پھر حضرت شیر خدا باسطوت تام وشوکت تمام سوئے نہروان روانہ ہوئے، جب نہروان پہنچے تو خوارج کے ساتھ گھمسان کی لڑائی ہوئی اور تھوڑی دیر میں چار ہزار کے لشکر خوارج میں سے حسب پیشن گوئی مخبر صادق تین ہزار نو سو نوے خبثاء واصل بجہنم ہوئے اور نو افراد لشکر امیر المومنین میں سے جام شہادت پی کر داخل خلد بریں ہوئے اور باقی مجاہد فی سبیل اللہ اور غازی با مان اللہ رہے حضرت مولیٰ علی شیر خدا کرم اللہ وجہہ نے فرمایا: ذو الثدیہ کو ان لاشوں میں سے تلاش کرو سب طرف ڈھونڈا مگر اس کا پتہ نہ چلا۔ آخر اہلِ لشکر کہنے لگے: شاید وہ خبیث بھاگ گیا ہو حضرت شیر خدا کرم اللہ وجہہ نے فرمایا: خدا کی قسم وہ بھاگ نہیں سکتا مجھے میرے آقا و مولیٰ محمد

رسول اللہ ﷺ نے اس کے قتل ہونے کی خبر دی ہے پھر ڈھونڈو پھر ڈھونڈا تو چالیس لاشوں کے نیچے دبا ہوا ملا۔(اوراقِ غم صفحہ ۲۲۶)

اس حدیث سے چند امور ثابت ہوئے۔

اول یہ کہ ذوالثدیہ خوارج کا رئیس تھا اس نے خوارج کو جمع کر کے نہروان کے مقام پر حضرت امیر المومنین علی المرتضیٰ شیر خدا کرم اللہ وجہہ سے جنگ کی یہ اور اس کے تمام پیروکار خوارج نہروان کے مقام پر قتل ہوئے اور دوم یہ کہ خوارج دین سے نکل گئے تھے ان کا دین اسلام سے کسی قسم کا تعلق نہیں تھا اور سوم یہ کہ امیر المومنین علی المرتضیٰ شیر خدا کرم اللہ وجہہ پر بعطائے الٰہی معارف و حقائق، اسرار و رموز اور امور غیبیہ منکشف تھے، اور مرآۃ الاسرار میں ہے کہ امیر المومنین علی المرتضیٰ شیر خدا کرم اللہ وجہہ کو حضور پاک ﷺ کی طرف سے خلافت باطنی عطا ہوئی ہے۔اور خلافت باطنی کو خلافت کبریٰ بھی کہا جاتا ہے۔

چنانچہ خلافت دو قسم پر ہے:

اول خلافت صغریٰ اور دوم خلافت کبریٰ۔ اور خلافت صغریٰ خلافت ظاہری ہے اور خلافت کبریٰ خلافت باطنی ہے اور خلافت ظاہری میں درج ذیل خلفاء ہوئے ہیں:

۱- حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ۔

۲- حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ۔

۳- حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ۔

۴- حضرت علی مرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ۔

۵- حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ۔

اور خلافت ظاہری صرف تیس سال تک رہی ہے چنانچہ حافظ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں ذکر کیا ہے کہ امام حسن خلفاء راشدین میں سے تھے۔آپ کے خلفاء راشدین سے ہونے پر دلیل وہ حدیث ہے جس کو حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

الخلافة بعدی ثلاثون سنة ثم تکون ملکًا و انما کملت الثلاثون بخلافة الحسن بن علی۔

کہ میرے بعد خلافت تیس سال ہوگی پھر بادشاہت ہوگی اور تیس سال کی تکمیل امام حسن بن علی کی خلافت کے ساتھ ہوتی ہے۔قاضی عیاض نے کہا ہے کہ تیس سال کی خلافت میں حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان غنی اور حضرت علی المرتضیٰ اور امام حسن بن علی داخل ہیں۔(خامس الخلفاء الراشدین صفحہ ۱۸۲)

اور اس خلافت ظاہری کو خلافت صغریٰ اس لیے کہتے ہیں یہ صرف تیس سال تک رہی ہے پھر ختم ہوگئی گویا کہ اس مدت قلیل ہے اس لیے صغریٰ ہوئی اور خلافت باطنی کو خلافت کبریٰ اس لیے کہتے ہیں کہ وہ قیامت تک رہے گی گویا کہ اس کی مدت کثیر ہے اس لیے کبریٰ ہوئی اور خلافت باطنی کے خلفاء حضرات درج ذیل ہیں:

امیر المومنین علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ اور ائمہ اہل بیت اطہار اور ان کی اولاد اور امیر المومنین علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ جس کو مقام ولایت اور منصب خلافت عطا فرمائیں اور خلافت باطنی کے خلیفہ اول و اعظم حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا کرم اللہ وجہہ ہیں اور آخری خلیفہ امام مہدی علیہ السلام ہیں اور خلافت باطنی کے لیے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غدیر خم کے مقام پر خطبہ دیا جس میں حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا:

من کنت مولاہ فعلیؓ مولاہ۔

کہ جس کا میں مولیٰ ہوں پس علی اس کا مولیٰ ہے یعنی حضرت علی کے ساتھ اس طرح محبت رکھو جس طرح میرے ساتھ محبت رکھتے ہو۔ جب غدیر خم کے مقام پر حضرت علی مرتضیٰ شیر خدا کرم اللہ وجہہ کی ولایت اور خلافت باطنی کے بارے میں فرمایا تو اب اولیاء کو مقام ولایت کے حصول کے لیے حضرت علی شیر خدا کرم اللہ وجہہ اور آپ کی اولاد کے در دولت کا محتاج اور دست نگر ہونا ہے۔ غرضیکہ حضرت علی شیر خدا کرم اللہ وجہہ ولایت مطلق اور خلافت باطنی کے منصب عظیم پر فائز ہیں۔ آپ بعطائے الٰہی جس کو ولایت کے مقام کا اہل سمجھتے ہیں اس کو مقام ولایت عطا فرماتے ہیں اور مرتبہ ولایت کی نعمت جس کو بھی حاصل ہوئی ہے حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا کرم اللہ وجہہ کے گھرانہ سے ملی ہے اور ولایت کی نعمت پانے والے انہیں کے دست نگر ہیں اور رہیں گے اور ان کے در دولت پر تمام کو سر جھکانا پڑتا ہے چونکہ ولایت مطلق اور باطنی خلافت کا منصب عظیم امیر المومنین علی المرتضیٰ شیر خدا کرم اللہ وجہہ کے پاس ہے آپ بعطائے الٰہی مرتبہ ولایت جس کو چاہیں عطا فرمائیں اور اس مرتبہ ولایت کے حاصل کرنے کے لیے اولیاء کرام حضرت علی مرتضیٰ شیر خدا کرم اللہ وجہہ کے در دولت کے محتاج اور دست نگر ہیں بایں وجہ اولیاء کرام کا ربط و تعلق اور حسن عقیدت و محبت حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا کے ساتھ امتیازی و خصوصی ہوتا ہے اور اولیاء کرام ہر وقت آپ کا ذکر خیر کرتے رہتے ہیں اور آپ کے اسم گرامی کا ذکر ہی عبادت ہے چنانچہ امام الحافظ ابو العلا الحسن بن احمد اپنی سند کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ذکر علی بن ابی طالب عبادۃ۔

کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کاذکر عبادت ہے۔

اور یہ بھی فرمایا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔

چنانچہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

قال لی رسول اللہ ﷺ النظر الیٰ وجه علی عبادة۔

کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ علی کے چہرے کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔

(المناقب خوارزمی[1] صفحہ ۳۲۱، بحوالہ ابن عساکر صفحہ ۳۹۴، مستدرک حاکم صفحہ ۲۴۱، جلد:۳، حلیۃ الاولیاء ابونعیم صفحہ ۱۸۲، جلد:۵)

اور رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی شیرِ خدا کرم اللہ وجہہ کے بارے فرمایا:

اللھم ادر الحق معهٗ حیثما دار۔

اے اللہ جہاں علی ہو اس کے ساتھ حق کو رکھ۔

(المناقب خوارزمی صفحہ ۱۰۴، بحوالہ صحیح ترمذی صفحہ ۶۳۳، مستدرک حاکم صفحہ ۱۲۴، جلد:۳)

نیز رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

سیکون من بعدی فتنة فاذا کان ذالك فالزموا علی بن ابی طالب فانّه الفاروق بین الحق والباطل۔

(المناقب خوارزمی صفحہ ۱۰۵، بحوالہ اسد الغابہ صفحہ ۲۸۷ کنز العمال صفحہ ۶۱۲، جلد:۱۱)

کہ عنقریب میرے بعد فتنہ و آشوب برپا ہوگا، پس جب وہ فتنہ برپا ہو جائے

(۱) الموفق بن احمد بن محمد المکی الخوارزمی المتوفی ۵۶۸ھ

تو تم علی بن ابی طالب کو لازم پکڑو یعنی اس کی متابعت اور پیروی کرو کیونکہ وہ حق اور باطل کے درمیان فرق کرنے والا ہے، اور حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عمار بن یاسر کو فرما رہے تھے کہ

تقتلك الفئة الباغية انت مع الحق والحق معك.

تجھے باغی گروہ قتل کرے گا تو حق کے ساتھ اور حق تیرے ساتھ ہے۔

اے عمار! جب تو حجرت علی کو دیکھے تو حضرت علی کا ساتھ دے اور علی جس طرف چلے اس طرف چل اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی مدد کر۔

(المناقب خوارزمی صفحہ ۱۰۵، بحوالہ تاریخ ابن عساکر صفحہ ۲۱۴، جلد: ۳، فرائد السبطین صفحہ ۲۷۴، جلد: ۱، تاریخ بغداد: ۱۶۸)

اور خلافت وملوکیت میں ہے کہ جنگ صفین کے دوران ایک واقعہ ایسا پیش آگیا جس نے نص صریح سے یہ بات کھول دی کہ فریقین میں سے حق پر کون ہے اور باطل پر کون وہ واقعہ یہ ہے کہ حضرت عمار بن یاسر، جو حضرت علی کی فوج میں شامل تھے حضرت معاویہ کی فوج سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ حضرت عمار کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد صحابہ میں مشہور ومعروف تھا اور بہت سے صحابیوں نے اس کو حضور کی زبان مبارک سے سنا تھا:

تقتلك الفئة الباغية.

تم کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔

مسند احمد، بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، طبرانی، بیہقی، مسند ابو داؤد، طیالسی وغیرہ کتب حدیث میں حضرات ابوسعید خدری، ابوقتادہ انصاری، ام سلمہ، عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن عمرو بن عاص، ابوہریرہ، عثمان بن عفان، حذیفہ، ابوایوب انصاری،

ابورافع، خزیمہ بن ثابت، ابوالیسر، عمار بن یاسر رضی اللہ عنہم اور متعدد دوسرے صحابہ سے اس مضمون کی روایات منقول ہوئی ہیں۔

ابن سعد نے طبقات میں بھی یہ حدیث کئی سندوں سے نقل کی ہے، متعدد صحابہ و تابعین نے جو حضرت علی اور حضرت کی جنگ میں مذبذب تھے حضرت عمار کی شہادت کو یہ معلوم کرنے کے لیے ایک علامت قرار دے لیا تھا کہ فریقین میں سے حق پر کون ہے اور باطل پر کون۔

ابوبکر جصاص، حکام القرآن میں لکھتے ہیں کہ حضرت علی نے باغی گروہ کے خلاف تلوار سے جنگ کی اور ان کے ساتھ وہ اکابر صحابہ اور اہلِ بدر تھے جن کا مرتبہ سب جانتے ہیں اس جنگ میں وہ حق پر تھے اور اس باغی گروہ کے سوا جو ان سے برسر جنگ تھا اور کوئی بھی ان سے اختلاف نہیں رکھتا تھا۔ مزید برآں خود نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت عمار سے فرما دیا تھا کہ تم کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا یہ ایک ایسی خبر ہے جو تواتر کے ساتھ منقول ہوئی ہے اور عام طور صحیح مانی گئی ہے حتیٰ کہ خود حضرت معاویہ سے بھی جب عبداللہ بن عمرو بن عاص نے اسے بیان کیا تو وہ اس کا انکار نہ کر سکے، ابن عبدالبر الاستیعاب میں لکھتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے بتواتر آثار یہ بات منقول ہے کہ عمار بن یاسر کو باغی گروہ قتل کرے گا اور یہ صحیح احادیث میں سے ہے یہ ہی بات حافظ ابن حجر عسقلانی نے الاصابہ میں لکھی ہے۔

دوسری جگہ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: قتل عمار کے بعد یہ بات ظاہر ہوگئی کہ حق حضرت علی کے ساتھ تھا اور اہل السنت اس بات پر متفق ہو گئے۔

حافظ ابن کثیر البدایہ والنہایہ میں حضرت عمار بن یاسر کے قتل کا واقعہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دی ہوئی اس خبر کا راز کھل گیا کہ

حضرت عمار کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا اور اس سے یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حق پر تھے، جنگ جمل سے حضرت زبیر کے ہٹ جانے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ ان کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد یاد تھا اور انہوں نے دیکھا کہ حضرت علی کے لشکر میں عمار بن یاسر موجود ہیں مگر جب حضرت عمار کے شہید ہونے کی خبر حضرت معاویہ کے لشکر میں پہنچی اور حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص نے اپنے والد اور حضرت معاویہ دونوں کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد یاد دلایا تو حضرت معاویہ نے فوراً اس کی یہ تاویل کی: کیا ہم نے عمار کو قتل کیا ہے ان کو تو اس نے قتل کیا جو انہیں میدان جنگ میں لایا۔ حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ حضرت عمار کو باغی گروہ میدان میں لائے گا بلکہ یہ فرمایا تھا کہ باغی گروہ ان کو قتل کرے گا اور ظاہر ہے کہ ان کو قتل حضرت معاویہ کے گروہ نے کیا تھا نہ کہ حضرت علی کے گروہ نے۔ (خلافت وملوکیت صفحہ ۱۳۹)

خلافت وملوکیت کی تحقیق سے یہ بھی ثابت ہوا کہ تمام حق حضرت امیر المومنین علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے ساتھ تھا اور حق کی اتباع اور پیروی کرنا لازم اور ضروری ہے جبکہ حق عین عبادت ہو اور جس کی طرف دیکھنا بھی عبادت ہو تمام کمالات باطنی جس کی وساطت سے حاصل ہوں اگر کوئی نام نہاد صوفی و شیخ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ دلی طور پر بغض وعناد رکھتا ہے اور حضرت علی کی اولاد سے حسد و دشمنی رکھتا ہے تو نہ وہ صوفی ہے اور نہ ہی پیر و شیخ ہے بلکہ مکر وفریب کا مجسمہ ہے ایسے آدمی سے اہل السنت والجماعت کو بچنا چاہیے اگر کوئی حضرت علی اور اولادِ علی کے ساتھ عملاً اور عقیدتاً، قولاً خلش اور اضطراب میں ہے تو اس کا تصوف اور سلوک میں کوئی حصہ نہیں ہے اور نہ ہی اس کو پیری سوائے دنیا مفاد کے کوئی فائدہ دے گی اور نہ ہی اس کے مرید اور عقیدت مند کو اس کی عقیدت مندی کوئی فائدہ بخش ہوگی جس کی وجہ یہ ہے کہ تصوف وسلوک اور طریقت کا

مرجع امیر المومنین علی المرتضیٰ شیر خدا کرم اللہ وجہہ ہیں اور ظاہری احکام شرعی پر عمل کرنا شریعت ہے اور شریعت کے باطنی راستہ (احوال) پر عمل کرنا طریقت ہے اور اللہ تعالیٰ کے اندر محو ہو جانا کہ مبداء اور منتہیٰ وہی ذات ہے حقیقت ہے، اور تمام مخلوق کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی معرفت کا قصد کرنا معرفت ہے غرضیکہ تصوف اور اہلِ ولایت کے اصولی اور فروعی سلسلے حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کی طرف راجع ہیں اب جو بھی اہلِ تصوف اور اہلِ ولایت سے ہوگا وہ حضرت علی شیر خدا اور اولادِ علی کا دست نگر ہوگا، اگر کوئی حضرت علی اور اولادِ علی سے بغض وعناد اور کدورت رکھے تو وہ مرتبہ ولایت پر فائز نہیں ہوسکتا۔

ترا کے میسر شود ایں مقام
کہ با دوستاں خلاف است و جنگ

اور اُمت میں جسے بھی بارگاہ رسالت سے فیض ولایت نصیب ہوتا ہے وہ یا تو نسبت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے نصیب ہوتا ہے یا نسبت غوث الاعظم جیلانی رضی اللہ عنہ سے اس کے بغیر کوئی شخص مرتبہ ولایت پر فائز نہیں ہوسکتا۔ اور یہ ہی حضرت قبلہ شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مکتوبات میں فرمایا ہے چنانچہ مکتوب اول میں ہے کہ

حضرت غوث الثقلین واسطہ فیض ولایت اند وایں مرتبہ توسط اول بحضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ تعلق داشت باز بحضرات ائمہ اثنا عشر رضی اللہ عنہم بترتیب قرار گرفتہ پس بحضرت غوث الثقلین متعلق شد۔ (مکتوبات شریف صفحہ ۲)

اس سے ثابت ہوا کہ طریقت اور ولایت کے اصولی اور فروعی سلسلے حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کی طرف راجع ہیں اور حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ خلافت باطنی اور ولایت میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلیفہ اور براہِ راست نائب ہیں اور

جس کسی کو بارگاہِ رسالت سے فیض ولایت اور یہ نعمت عظمیٰ نصیب ہوتی ہے وہ یا تو نسبت علی المرتضیٰ شیر خدا سے نصیب ہوتی ہے یا نسبت غوث اعظم جیلانی سے نصیب ہوتی ہے اس کے علاوہ کوئی شخص مرتبہ ولایت پر فائز نہیں ہو سکتا اور جو ہی یہ دولت حاصل کرنا چاہتا ہے اس کے لیے لازم ہے کہ وہ حضرت علی اور اولادِ علی کے دروازے پر آئے اور جو آدمی ان کے در دولت پر حاضر نہیں ہوتا اور ان کے اور ان کی اولاد کے ساتھ حسد اور عناد رکھتا ہے وہ کبھی بھی ولایت کے مرتبہ پر نہیں پہنچ سکتا اور حضرتِ امیر المومنین علی مرتضیٰ شیر خدا کرم اللہ وجہہ کا ولی ہونا نص صریح سے ثابت ہے چنانچہ حضرت بریدہ اسلمی سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

من کنت ولیہ فانّ علیًّا ولیّہٗ و فی روایۃ من کنتُ ولیّہٗ فعلیٌّ ولیّہٗ۔

کہ جس کا میں ولی ہوں پس تحقیق اس کا علی ولی ہے ان ہی سے ایک اور روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا جس کا میں ولی ہوں اس کا علی ولی ہے۔

(مستدرک حاکم صفحہ ۱۲۹، جلد:۲)

اور عمران بن حصین سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ما تریدون من علی، ما تریدون من علی، ما تریدون من علی انّ علیًّا مِنّی و انا منه وھو ولی کل مؤمن من بعدی۔

کہ تم لوگ علی کے متعلق کیا چاہتے ہو، تم لوگ علی کے متعلق کیا چاہتے ہو، تم لوگ علی کے متعلق کیا چاہتے ہو پھر فرمایا بے شک علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں اور وہ میرے بعد ہر مومن کا ولی ہے۔ (سنن ترمذی صفحہ ۷۸، ابواب المناقب)

اور براء بن عازب سے روایت ہے کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حج کیا آپ نے ایک راستہ پر قیام فرمایا اور نماز باجماعت ادا کرنے کا حکم دیا اس کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: کیا میں مومنوں کی جانوں سے قریب تر نہیں ہوں؟ انہوں نے جواب دیا: کیوں نہیں۔ آپ نے فرمایا: کیا میں ہر مومن کی جان سے قریب تر نہیں ہوں؟ انہوں نے جواب دیا: کیوں نہیں:

قال فھذا ولیّ من انا مولاہ اللّٰھم و ال من والاہ اللّٰھم عاد من عاداہ۔ (البدایہ والنہایہ صفحہ ۱۶۸، جلد: ۴)

آپ نے فرمایا: یہ (حضرت علی) اسکا ولی ہے جس کا میں مولا ہوں اے اللہ جو اسے دوست رکھے تو اسے دوست رکھ اور جو اس سے عداوت رکھے اس سے تو عداوت رکھ۔ (السیف الجلی علیٰ منکر ولایت علی صفحہ ۲۳)

اب ان نصوص صریحیہ سے حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی ولایت اور ولی ہونا ثابت ہے اب ہر ایمان والے پر لازم ہے کہ وہ حضرت علی کو اپنا ولی اور دوست سمجھے اور آپ کے ساتھ کسی قسم کی کدورت اور خلش نہ رکھے۔ چنانچہ ولی کے بارے میں صحیح حدیث میں ہے:

من عادہ لی ولیّا فقد آذنتہ بالحرب۔

کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے جو شخص میرے ولی کے ساتھ عداوت رکھتا ہے پس میں اس کو آگاہ کرتا ہوں کہ وہ میرے ساتھ لڑائی کرے۔

اس حدیث کو متعدد محدثین نے ذکر کیا ہے۔ چنانچہ اس کو امام بخاری نے صحیح بخاری میں اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں اور امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں اور طبرانی نے اوسط میں اور ابو نعیم نے حلیہ میں اور حافظ بیہقی نے زہد میں اور ابن

عساکر اور ابویعلیٰ اور قشیری نے اپنے رسالہ میں اور حافظ بزار نے اپنی مسند میں اور حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں اور صاحب کنز العمال نے کنز العمال میں اور امام بغوی وغیرہم نے ذکر کیا ہے۔(القول الجلیل صفحہ ۸۵)

اس حدیث میں وعید شدید کے ساتھ ولی کی توہین اور گستاخی کرنے سے منع کیا گیا ہے اور کس کی مجال کہ اللہ عزوجل سے لڑائی کا تصور بھی کرے اور حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کا جب ولی ہونا نص صریح سے ثابت ہے تو آپ کے ساتھ جو بغض وعناد رکھتا ہے اس کو اللہ تعالیٰ ااگاہ فرمارہے ہیں کہ وہ اس بے ایمانی اور بے دینی سے باز آجائے ورنہ اللہ تعالیٰ عزوجل سے محاربہ اور جنگ کے لیے تیار رہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کے ساتھ محاربہ اور جنگ کی جسارت کون کرسکتا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے حفظ وامان میں رکھے حضرت علی اور اولادِ علی اور اولیاء کرام کے ادب واحترام کی توفیق عنایت فرمائے اور اس حدیث صحیح بالا مذکور سے ثابت ہوا کہ ولی کے ساتھ عداوت، بغض وعناد اور حسد وکینہ ہرگز نہیں رکھنا چاہیے۔اور پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ مولوی محمد اسلم بندیالوی سلطانی چونکہ خارجی اور ناصبی ہے یہ اولادِ علی یعنی ساداتِ کرام کے ساتھ بغض وعناد اور حسد رکھتا ہے اور ان کا بہت بڑا گستاخ اور بے ادب ہے اپنی افضلیت صفحہ ۶۵ میں لکھتا ہے کہ

''بعض سادات کی توجہ یہ سادات اس عقیدہ کفریہ سے توبہ کریں اور عوام اہل سنت کو گمراہ کرنے سے باز آئیں۔''(افضلیت صفحہ ۶۶)

اس نے اپنی اس کتاب میں متعدد جھوٹ بولا ہے کہ یہ سادات اہلِ بیت اور امام حسین کو انبیاء کرام علیہم السلام پر فضیلت کے قائل ہیں یہ بندیالوی سلطانی کی صریح کذب بیانی اور افتراء ہے کیونکہ ان سادات کرام میں سے کوئی بھی اس کا قائل نہیں ہے یہ اس کی خباثت ہے اپنے جھوٹ کو سچ دکھانے کے لیے اس نے بڑا مکروفریب

اور دجل کیا ہے اور مفادات اور دنیاوی دولت کے حصول کے لیے جھوٹ جو تمام مزاہب میں منع و منکرہ ہے اس کا ارتکاب کیا ہے اور قیامت تک لعنت کا طوق اپنی گردن میں ڈالا ہے اور خوشامد پرستی کرتے ہوئے تمام حیلے اختیار کیے ہیں اور اس نے سادات کرام کے بارے میں یہ بکواس کیا ہے اور یہ اس کا افتراء ہے کیونکہ یہ سادات کرام صحیح العقیدہ اہل السنۃ والجماعۃ ہیں بلکہ ال السنت والجماعت کے امام اور پیشوا ہیں ان کے بارے میں اس کا یہ کہنا کہ وہ کفریہ عقیدہ سے توبہ کریں یہ خود کافر ہوگیا ہے اور ان الفاظ سے کہ عوام اہل سنت کو گمراہ نہ کریں یہ اپنے ایمان میں فاجر ہے گویا کہ یہ عقیدتاً کافر ہے اور ایماناً فاجر ہے اس کی زبان بڑی طویل اور لمبی ہے اور ان کو جو اہل سنت ہیں رافضی اور شیعہ کہتا ہے اور ساتھ ہی شیعہ اور رافضی کو مترادف اور متساوی الاقدام سمجھتا ہے گویا کہ اہل السنۃ والجماعت کو رافضی کہتا ہے اس کے طویل اللسان ہونے کے پیش نظر اس کی عبرت اور موعظت کے لیے ایک واقعہ قرآن پاک کی مشہور و معروف تفسیر خزائن العرفان سے نقل کیا جاتا ہے۔

چنانچہ قرآن پاک میں ہے:

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِيْٓ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ ﴿۱۷۵﴾

(سورۃ الاعراف: ۷، آیت: ۱۷۵، پ: ۹)

ترجمہ: اور اے محبوب (ﷺ) انہیں اس کا احوال سناؤ جسے ہم نے اپنی آیتیں دیں تو وہ ان سے صاف نکل گیا تو شیطان اس کے پیچھے لگا تو گمراہوں میں سے ہوگیا۔

بنی اسرائیل کا ایک زاہد اور عالم تھا جس کا نام بلعم بن باعور تھا جس کا واقعہ

مفسرین نے اس طرح بیان کیا ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جبارین سے جنگ کا
قصد کیا اور زمین شام میں نزول فرمایا بلعم باعور کی قوم اس کے پاس آئی اور اس سے
کہنے لگی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بہت تیز مزاج ہیں اور ان کے ساتھ کثیر لشکر ہے وہ یہاں آ
گئے ہیں، ہمیں ہمارے بلاد سے نکالیں گے اور قتل کریں گے اور بجائے ہمارے بنی
اسرائیل کو اس سرزمین میں آباد کریں گے، تیرے پاس اسم اعظم ہے اور تیری دعا
قبول ہوتی ہے تو نکل اور اللہ تعالیٰ سے دعا کر اللہ تعالیٰ انہیں یہاں سے ہٹا دے۔ بلعم
بن باعور نے کہا: تمہارا برا ہو حضرت موسیٰ علیہ السلام نبی ہیں اور ان کے ساتھ فرشتے ہیں اور
ایمان دار لوگ ہیں۔ کیسے ان پر دعا کروں میں جانتا ہوں جو اللہ کے نزدیک ان کا
مرتبہ ہے اگر میں ایسا کروں تو میری دنیا اور آخرت برباد ہو جائے گی۔ مگر قوم اس سے
برابر اصرار کرتی رہی اور بہت الحاح وزاری کے ساتھ انہوں نے اپنا یہ سوال جاری رکھا
تو بلعم باعور نے کہا کہ میں اپنے رب سے سوال کر کے رب کی مرضی معلوم کرلوں اور
اس کا یہی طریقہ تھا کہ جب کبھی کوئی دعا کرتا تو پہلے مرضی الٰہی معلوم کر لیتا اور خواب میں
اس کا جواب مل جاتا۔ چنانچہ اس مرتبہ بھی اس کو یہی جواب ملا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور
ان کے ہمراہیوں کے خلاف دعا نہ کرنا۔ اس نے قوم سے کہہ دیا کہ میں نے اپنے رب
سے اجازت چاہی تھی مگر میرے رب نے ان پر دعا کرنے سے ممانعت کر دی ہے۔
تب قوم نے اس کو ہدیے اور نذرانے دیئے جو اس نے قبول کر لیے اور قوم نے اپنا
سوال جاری رکھا تو پھر دوسری مرتبہ بلعم باعور نے رب تبارک وتعالیٰ سے اجازت چاہی
اس کا کچھ جواب نہ ملا اس نے قوم سے کہہ دیا کہ مجھے اس مرتبہ کچھ جواب نہ ملا تو قوم کے
لوگ کہنے لگے کہ اگر اللہ کو منظور نہ ہوتا تو وہ پہلے کی طرح دوبارہ بھی منع فرما دیتا اور قوم کا
الحاح واصرار اور بھی زیادہ ہوا۔ حتیٰ کہ انہوں نے اس کو فتنہ میں ڈال دیا اور آخر کار وہ

بددعا کرنے کے لیے پہاڑ پر چڑھا تو جو بددعا کرتا تھا اللہ تعالیٰ اس کی زبان کو اس کی قوم کی طرف پھیر دیتا اور اپنی قوم کے لیے جو دعائے خیر کرتا تھا بجائے قوم کے بنی اسرائیل کا نام اس کی زبان پر آتا تھا۔ قوم نے کہا: اے بلعم باعور یہ کیا کر رہا ہے۔ بنی اسرائیل کے لیے دعا کرتا ہے ہمارے لیے بددعا کرتا ہے۔ کہا ہی میرے اختیار کی بات نہیں میری زبان میرے قبضہ میں نہیں اور اس کی زبان باہر نکل پڑی تو اس نے اپنی قوم سے کہا: میری دنیا و آخرت دونوں برباد ہوگئیں اس اایت میں اس کا بیان ہے۔ (تفسیر خزائن العرفان صفحہ ۲۷۹، پ:۹)

اور تفسیر ضیاء القرآن میں ہے بلعام بن باعورا حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ حسد کرنے کے باعث اپنے علم وفضل کے باوجود راہِ حق سے منحرف ہوگیا اور مولوی محمد اسلم بندیالوی سلطانی اولادِ علی سے بغض وعناد اور حسد رکھتا ہے اسی بغض وحسد کی بنا پر اولادِ علی یعنی ساداتِ کرام کی طرف کفر کی نسبت کی ہے نیز کہا ہے کہ یہ سادات عوام اہل سنت کو گمراہ کرتے ہیں دراصل حقیقت یہ ہے کہ یہ بندیالوی سلطانی خود ان سادات کے ساتھ حسد وعناد رکھنے کی وجہ سے گمراہ اور راہِ حق سے منحرف ہوگیا ہے۔

فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ۔

اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے اپنے حفظ و امان میں رکھے اور اہلِ بیت اطہار کے دامن سے وابستہ رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

مفتی غلام رسول

دارالعلوم قادریہ جیلانیہ (لندن)

۱۸/اکتوبر ۲۰۰۸ء

تذکرۂ مصنف

فخر المدرسین جامع المعقول والمنقول حضرت مفتی غلام رسول جماعتی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت باسعادت 1923ء میں موضع ڈھینگرانوالی (کوٹلی خورد) تحصیل پھالیہ ضلع گجرات میں ہوئی۔ آپ کا نسبی تعلق قوم جنجوعہ سے ہے۔ آپ کے والد گرامی جلال الدین ایک نہایت متقی پابند صوم وصلوٰۃ بزرگ تھے۔ جن کی تربیت نے اس گوہر تابدار کی چمک دمک کو بڑھانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔

ابتدائی تعلیم

مفتی صاحب نے کم عمری میں "لِلہ شریف" ضلع جہلم کی دینی درسگاہ میں حفظ قرآن حکیم مکمل کیا اور ابتدائی کتب کا درس لیا۔

اساتذہ کرام

آپ نے حاصلانوالہ ضلع گجرات میں برصغیر کے مشہور ومعروف ماہر فنون عالم دین استاذ الاساتذہ حضرت مولانا سلطان احمد رحمۃ اللہ علیہ سے درسِ نظامی کا مروجہ نصاب اول تا آخر پڑھا۔ مولانا سلطان احمد کا شمار رئیس المناطقہ حضرت مولانا میر محمد اچھروی لاہور کے ممتاز شاگردوں میں ہوتا ہے۔ حضرت اچھروی کے استاذ رئیس العلماء حضرت شیخ الجامعہ غلام محمد گھوٹوی ہیں اور حضرت شیخ الجامع حضرت مولانا فضل حق رامپوری رحمۃ اللہ علیہ کے لائق ترین شاگرد ہیں۔ حضرت فضل حق رامپوری رحمۃ اللہ علیہ مولانا عبدالحق خیرآبادی رحمۃ اللہ علیہ

کے شاگرد ہیں اور وہ حضرت امام المناطقہ علامہ فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین تھے۔ یوں حضرت صاحب کا علمی سلسلہ علمائے خیر آباد سے جا ملتا ہے۔

تدریس

تحصیل علوم سے فراغت کے بعد آپ نے چار سال تک جامعہ غوثیہ لالہ موسیٰ گجرات میں تدریس کے فرائض سرانجام دیے۔اس کے بعد آپ دارالعلوم نقشبندیہ، دربارِ عالیہ علی پور سیداں شریف، نارووال سیالکوٹ میں بحیثیت صدر مدرس و مفتی 26 سال تک فرائض سرانجام دیے۔مسلک کے نامور ممتاز علماء و دانشور حضرات نے وہاں آپ سے اکتسابِ علم کیا۔صاحبزادگانِ علی پور شریف کے علاوہ محقق العصر علامہ مفتی محمد خان قادری (لاہور)،علامہ محمد رشید گجراتی،علامہ محمد بشیر رضوی (کھاریاں)اور متعدد علماء نے آپ سے کسبِ فیض کیا۔درس و تدریس اور فتویٰ نویسی پر دن رات کام کرنے کی وجہ سے آپ علیل ہو گئے تو 1983ء میں علاج کے لیے برطانیہ تشریف لے گئے۔صحت یاب ہونے کے بعد دوبارہ علی پور شریف تشریف لائے۔ 1985ء میں علاج کے سلسلہ میں دوبارہ برطانیہ چلے گئے۔دورانِ علاج جامع مسجد مہر ملت برمنگھم میں خطابت کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ 1985ء میں ہی علماء اہلِ سنت کی متفقہ رائے سے سنی حنفی شرعی کونسل قائم کی گئی جس میں فتویٰ نویسی کے لیے مقرر ہوئے۔

تصنیف

آپ نے برطانیہ میں مسلمانوں کو پیش آنے والے مسائل پر 800 صفحات پر مشتمل فتاویٰ برطانیہ تصنیف فرمایا۔جو فقہ حنفی کا اہم ذخیرہ ہے۔ بعد ازاں آپ لندن تشریف لے گئے۔مفکر اسلام شہزادہ غوثِ اعظم حضرت پیر سید عبدالقادر جیلانی مدظلہ

العالی کے حکم پر دار العلوم قادریہ جیلانیہ والتھم سٹو لندن میں صدر مدرس مقرر ہوئے اور تادمِ آخر وہاں تدریس وفتویٰ نویسی کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ برطانیہ میں اقامت کے دوران دو ہزار سے زائد فتاویٰ آپ کے قلم سے لکھے گئے۔

استاذ العلماء مفتیِ اہلسنت حضرت مفتی غلام رسول جماعتی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کی آخری تصنیف "قاسم ولایت" ہے اس کتاب میں یہ بات پایہ ثبوت تک پہنچائی گئی ہے کہ اولین وآخرین تمام اولیاء کے سردار اور منبع ومصدر فیوضِ وبرکات، مولائے کائنات جناب علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ ہیں، اہلسنت کے تمام اکابر کا یہی نظریہ رہا ہے، مفتی صاحب کی یہ کتاب مولوی محمد اسلم صاحب کی کتاب "افضلیت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ" کے منظر عام پر آنے کے بعد لکھی گئی ہے، مولوی صاحب نے اپنی اس کتاب میں جہاں جہاں دوسرے علماء بالخصوص مفتی غلام رسول صاحب علیہ الرحمۃ پر الزامات لگائے ہیں ان کی نشاندہی کے ساتھ ساتھ ان کے اعتراضات کے تسلی بخش جواب بھی قارئین کو اس کتاب میں ملیں گے۔

مولوی اسلم صاحب نے اپنی کتاب میں بلند بانگ دعویٰ بھی کیے اور یہ بھی لکھ دیا کہ ان کے علاوہ کم لوگوں کو فنی کتب شرح شرح عقائد خیالی وغیرہا پر دسترس ہے ان کی اس غلط فہمی کو دور کرنے کے لیے مفتی صاحب نے ان سے چند علمی سوالات بھی کیے ہیں جو اہلِ علم کے لیے دل چسپی کا باعث ہیں۔ امید ہے علماء کرام ان پہ توجہ فرمائیں گے، اس تصنیف کے مکمل ہونے کے ساتھ ہی مفتی صاحب کچھ عرصہ بعد دارِ آخرت کی طرف راہی ہو گئے تھے اس لیے کتاب کی طباعت میں تاخیر ہوگئی ہے، اس لیے ہمارے قارئین کو کافی عرصہ اس کتاب کے سامنے آنے کا انتظار کرنا پڑا ہے۔ حضرت صاجزادہ سید اختر حسین شاہ صاحب اور حافظ محمد اشتیاق قادری صاحب نے مفتی

صاحب کی خدمت میں منظوم نذرانہ عقیدت پیش کیا ہے وہ بھی حاضرِ خدمت ہے۔

از سید اختر حسین شاہ صاحب (برطانیہ)

گدائے سید ابرار ہیں غلام رسولؐ
نثارِ احمدِ مختار ہیں غلام رسولؐ
فدائے شبر و شبیر و فاطمہ زہراء
فقیر حیدرِ کرار ہیں غلام رسولؐ
دفاعِ چادرِ زہراء کی نوکری میں مگن
وفا و صدق کا کہسار ہیں غلام رسولؐ
حسینیت کا علم تھامے دورِ حاضر میں
سرِ یزید پر تلوار ہیں غلام رسولؐ
خدا کے فضل سے سادات کی عنایت سے
علومِ دین میں سردار ہیں غلام رسولؐ
قلم سے کی ہے تو ئیں مدحِ پنجتن اخترؔ
نبیؐ کے گھر کے وفادار ہیں غلام رسولؐ

از حافظ اشتیاق علی قادری (لندن)

مفتی تیرا قلم ہے کہ شمشیرِ بوتراب
برسا ہے ناصبیت پر بن کر جو اک عذاب
سید کوئی بھی دیکھے گا جب بھی تیری کتاب
تجھ کو دعائیں دے گا وہ ہر روز بے حساب
کاسہ ہے تیرا بھر دیا اس شہرِ علم نے

مولا علی کی ذات ہے جس کا حسین باب
تقدیس اہلِ بیت پر جب بھی اُٹھا سوال
تیرا جواب کر گیا سب کو ہے لاجواب
حافظؔ وہاں پہ کیوں نہ ہوں اللہ کی رحمتیں
مدّاحِ پنجتن ہو جہاں دفن محوِ خواب

بیعت

آپ حضرت پیر سید افضل حسین شاہ جماعتی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔مئی 1993ء میں آپ کے پیر و مرشد سجادہ نشین علی پور شریف نے سالانہ عرس کے موقع پر دستارِ خلافت عطا فرمائی۔

محبت اہلِ بیت

مفتی صاحب حقیقی معنیٰ میں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عاشق تھے،اہلِ بیت کے خادم و وفادار تھے۔جب اُن پاک ہستیوں کا تذکرہ ہوتا تو آپ کی آنکھیں چھم چھم برسنا شروع کر دیتی تھیں۔مفتی صاحب قبلہ کو اپنے والدین اور اساتذہ کی تربیت سے ایسا رنگ چڑھایا کہ آپ کی ساری زندگی آلِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف و توصیف اور ان کی عزت و ناموس کے دفاع کے لیے وقف تھی۔

وصالِ باکمال

18 اکتوبر 2010ء بروز جمعۃ المبارک 87 سال کی عمر میں لندن میں آپ کا وصال ہوا۔آخری وقت مفتی صاحب کو وضو کروایا گیا،آپ نے ناخن کاٹنے کا حکم فرمایا، پھر نماز ادا فرمائی اور ساتھ ہی آپ کی روح جسمِ عنصری سے پرواز کر گئی۔

آپ کی نعشِ اقدس آپ کے آبائی گاؤں لائی گئی اور وہیں دفن کیے گئے۔

انا للہ و انا الیہ راجعون۔

آپ کے جنازہ مبارک کے روح پرور مناظر دیکھنے کے لیے مندرج ذیل ویب سائٹس ملاحظہ فرمائیں:

www.google.com:-Janaza of Mufti Ghulam Rasool

1: www.sunnionline.com

2: www.yanabi.com

3: www.qadrimedia.com

اللہ تعالیٰ اہلِ بیت پاک کے صدقے مفتی صاحب کی قبر پر کروڑوں رحمتوں کا نزول فرمائے۔(آمین)

سید محمد انور حسین شاہ کاظمی

مہتمم دارالعلوم قادریہ جیلانیہ

شاہدرہ ٹاؤن لاہور

گولڑہ شریف کا فتویٰ

دربارِ عالیہ گولڑہ شریف میں صدر مدرس و مفتی حضرت شیخ الحدیث مشتاق احمد چشتی مدظلہ العالی سابق شیخ الحدیث انوارالعلوم ملتان سے جب مسئلہ تفضیل کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے سجادہ نشین حضور پیر سید شاہ عبدالحق گیلانی مدظلہ العالی کے ارشاد پر درج ذیل فتویٰ عنایت فرمایا۔

تاریخ ۲۱ ذی قعدہ ۱۴۳۲ھ

حسبِ ارشاد قبلہ پیر سید شاہ عبدالحق صاحب مدظلہ

١. ہم جمہور اہلسنت کے مسلک کے مطابق تفضیل شیخین کے قائل ہیں البتہ اگر کوئی شخص خلفاء ثلاثہ کے فضائل مانتے ہوئے حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کو فضیلت دیتا ہے تو ہم اسے اہلسنت والجماعت سے خارج نہیں سمجھتے کیونکہ صحابہ کرام و اہلبیت اطہار رضی اللہ عنہم میں ایسے بزرگوں کے نام ملتے ہیں جو حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ کو تمام صحابہ سے افضل مانتے تھے۔

(ملاحظہ ہو، مناقب الائمۃ الاربعہ، شیخ ابوبکر باقلانی صفحہ: ۳۰۶)

٢. حضرت امیر معاویہ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور الصحابة کلهم عدول فی الروایة کے حکم میں داخل ہیں۔

مشتاق احمد

دارالافتاء جامع غوثیہ مہریہ، گولڑہ شریف

سابق شیخ الحدیث انوارالعلوم ملتان

❖❖❖❖

Design by: Qazi Graphics Lahore Pakistan.

ناشر: دار العلوم قادریہ جیلانیہ والتھم سٹو (لندن)